کارزارِ الفت

اے آر راجپوت

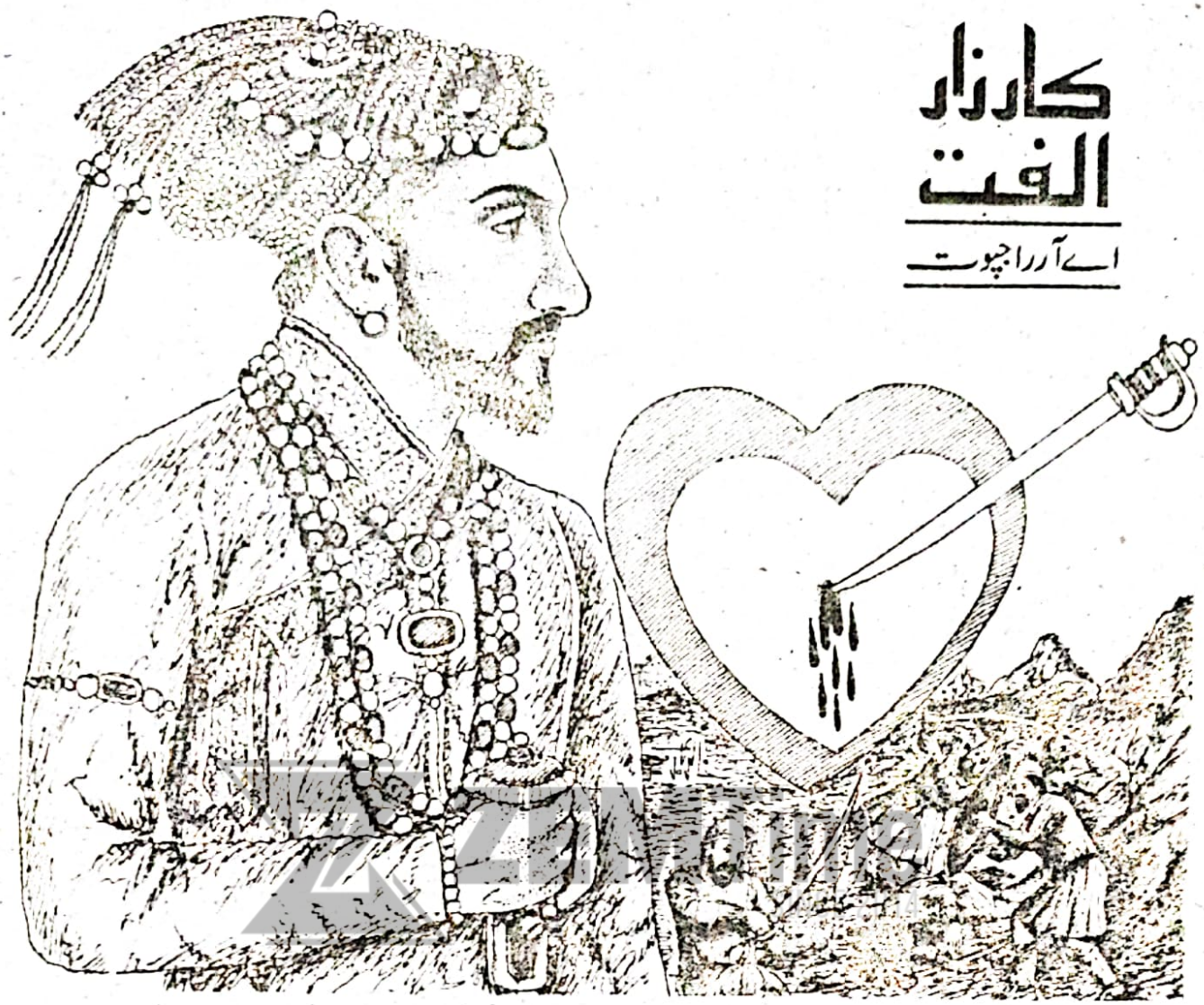

عشق کے جذبات اتنے اندھے ہوتے ہیں
جنہیں کسی کی بادشاہت یا عسرت...
امیری فقیری... خوبصورتی یا بدصورتی
سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ وہ تو بس اپنی
ہی روانی میں رواں رہتے ہیں... جیسے یہاں دو
انجانے دلوں کا ایک ہی تال پر دھڑکنا گویا تاریخ
میں رقم کیے جانے والا قصہ بن گیا۔ یہ امتیاز بھی
قسمت والوں کے حصے میں آتا ہے سو... ان کے حصے
میں بھی آگیا... جنگ و جدل کے بادلوں میں گھرنے کے
باوجود فقط ایک لمحے کا نظروں کا ملنا ان کے ملن کا سبب
بن گیا... اگرچہ جانتے تھے کہ کارزارِ الفت کا یہ سودا
انہیں کتنا مہنگا پڑے گا... اس کے باوجود کوئی پیچھے ہٹنے کو
تیار نہ تھا... یہ اور بات کہ سرپھرے لوگوں کے لیے مہنگا سستا
کچھ نہیں ہوتا۔

ماضی کا آئینہ۔ بااختیار اور بے اختیار انسانوں کے عبرت اثر واقعات

www.zemtime.com

جعفر نے اعظم خان کو فکر مند پایا تو پوچھا۔

''کیا بات ہے آقا! آج آپ پریشان اور فکر مند سے نظر آرہے ہیں؟'' جعفر، اعظم خان کے والد کا غلام تھا۔ اس نے اعظم خان کو اپنی گود میں کھلایا تھا اور اس سے بڑی محبت کرتا تھا۔

''میرا خیال ہے جو ہونے جارہا ہے، وہ ٹھیک نہیں۔'' اعظم خان نے اسی فکر مندی سے کہا۔

''کیا ہونے جارہا ہے آقا؟ کچھ بتائیں تو۔'' جعفر نے سوال کیا۔

''تمہیں نہیں معلوم کہ شاہ جہاں نے شاہی قاصد کو کہاں بھیجا ہے؟''

''معلوم ہے، مگر اس میں فکر مندی کی ایسی کون سی بات ہے۔ یہ تو خیر سگالی کا پیغام ہے۔'' جعفر بولا۔

''نہیں جعفر! تم نہیں سمجھو گے۔ یہ خیر سگالی کا نہیں، در پردہ ایک بہت بڑی گڑبڑ کا پیغام ہے۔''

''گڑبڑ! کیسی گڑبڑ آقا؟'' جعفر الجھ کر بولا پھر دفعتاً ہی معنی خیز مسکراہٹ تلے بولا۔ ''بلکہ آپ کو تو خوش ہونا چاہیے کہ مالوہ (برہان پور) سے معزز مہمان آرہے ہیں اور ان مہمانوں میں ایک حسین مہمان بھی ہے۔''

جعفر، اعظم خان کے دل کا حال جانتا تھا۔ وہ ایک راز داں تھا۔ بھلا ہوتا بھی کیوں نا، آخر کو اعظم خان اس کی گود میں کھیلا تھا۔

اس کی بات پر اعظم خان کی چشم تصور میں واقعی ایک ''حسین مہمان'' کا چہرۂ گلنار رقص کر گیا۔ یہ عزیزہ تھی۔ مالوہ کے حاکم خان جہاں کی خوبصورت بیٹی۔

اب اعظم خان، جعفر کو کیا بتاتا کہ اس کی پریشانی کی اصل وجہ یہی تھی۔

بظاہر یہ واقعی ایک خیر سگالی کا پیغام تھا۔ شاہ جہاں نے چند دن پہلے اپنے وزراء، امراء اور سرداروں سے صلح و مشورہ کرنے کے بعد مالوہ اچانک قاصد روانہ کر دیا تھا اس پیغام کے ساتھ کہ مالوہ کا حاکم اس کے دربار میں مہمان کی حیثیت سے آئے۔

شاہی قاصد جیسے ہی شاہ جہاں کا یہ پیغام لے کر مالوہ کے حاکم خان جہاں کے سامنے پیش ہوا اور شاہ جہاں کا پیغام پڑھ کر سنایا تو اس نے فوراً اسے باعث سعادت سمجھتے ہوئے قبول کر لیا۔

عزیزہ بھی اپنے دو جوان بھائیوں عظمت خان اور حسین خان کے ساتھ ہی والد کے پاس بیٹھی تھی۔ آگرہ روانگی کا سن کر اس کا دل بھی بے طرح دھڑکنے لگا۔

آتش الفت برابر لگی ہو تو دو فرزانوں کو ضرور ملاتی ہے۔ محبت کو دو آتشہ بنا دیتی ہے۔ عزیزہ کی نگاہ خواب میں بہادر، جری اور شریف سپہ سالار اعظم خان کا تصور گردش کرنے لگا۔

گو دونوں دیوانے ایک دوسرے کے دیدار کے لیے ترسے ہوئے تھے تاہم ان کے دلوں میں ایک بے چینی بھی گھر کیے دیتی تھی۔ اس کے حسین تصور میں وہ واقعہ گھوم گیا جو ان کی پہلی ملاقات ہی نہیں، پہلی نظر کی محبت کا بھی امین رہا تھا۔

اس وقت اعظم خان اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ شکار کھیلتا ہوا دریائے چمبل کے کنارے جا پہنچا تھا پھر ایک سانبھر کا تعاقب کرتے ہوئے ساتھیوں سے بچھڑا اور حادثے کا شکار ہو کر دریا کے کنارے جا گرا۔

سوئے اتفاق وہیں مالوہ کے حاکم خان جہاں کی بیٹی عزیزہ اپنی سہیلیوں کے ہمراہ سیر و تفریح کی غرض سے آئی ہوئی تھی۔ اس نے جو ایک بانکے سجیلے نوجوان کو لڑھکتے اور بے ہوش ہو کر دریا میں گرتے دیکھا تو آؤ دیکھا نہ تاؤ، وہ اپنے گھوڑے سمیت دریا میں کود گئی۔

وہی اسے بچا کر دوسرے کنارے پر لائی۔ اعظم خان کو چوٹیں آئی تھیں۔ وہ بے ہوش تھا۔ وہ اسے اپنے محل میں لے آئی۔

تھوڑی دیر بعد ہی اعظم خان کو ہوش آگیا۔ اس نے ایک ماہ لقا کو اپنے سامنے پایا۔ وہ مسکراتا اور حسین چہرہ اس کی تیمارداری میں مصروف تھا۔

''میں کہاں ہوں؟ تم کون ہو؟'' اس نے پوچھا۔

''آپ بالکل خیریت سے اور ٹھیک جگہ پر ہیں۔'' عزیزہ نے مسکرا کر کہا۔ وہ غور سے اس پیکر وجاہت کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی نگاہوں کی گہرائی میں کچھ ایسا تھا جسے اعظم خان نے صاف محسوس کیا تھا۔ اب وہ بھی مسکرا کر بولا۔

''اتنی تو مجھے بھی تسلی ہے کہ میں کم از کم دشمنوں کے درمیان نہیں ہوں۔''

''تو کیا آپ جنگ پر نکلے تھے؟'' عزیزہ نے شوخی سے پوچھا۔

''شکار پر نکلا تھا۔ ایک سانبھر ڈھیٹ نکلا اور قابو نہیں آتا تھا۔ بس، اس کے تعاقب میں.....''

''یہاں تک آن پہنچے۔'' عزیزہ نے جیسے اس کا جملہ مکمل کیا اور پھر اپنے اور اس جگہ کے بارے میں بتا دیا۔

www.zemtime.com

دونوں کے درمیان تھوڑی دیر باتیں ہوتی رہیں۔ ایک دل نشین سا ماحول بن گیا تھا۔ ایسا ماحول جسے پہلی ملاقات اور پہلی نگاہ سے تشبیہ دی جاسکتی تھی۔

دونوں ہی ایک دوسرے کو نظر بھر بھر کر دیکھ رہے تھے اور من تھا کہ سیراب ہی نہیں ہو پاتا تھا۔ اسی وقت ایک خادم نے آکر مطلع کیا۔

''آقا اس نوجوان کی طبیعت اور خیریت دریافت کرنا چاہتے ہیں۔''

''ابا جان سے کہو ہم ابھی پہنچ رہے ہیں۔'' عزیزہ نے خادم سے کہا۔ وہ واپس لوٹ گیا۔

''چلیں جی، اب ابا حضور کے ہاں پیشی ہے۔'' عزیزہ مسکرا کر بولی۔ اعظم خان کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اسی گوشۂ عافیت میں رہے۔ اس حسینہ دل پذیر کو نگاہوں سے اوجھل بھی نہ ہونے دے مگر مجبوری تھی۔

وہ اٹھا۔ دونوں حاکم مالوہ خان جہاں کے سامنے پیش ہوگئے۔ اعظم خان نے باادب سلام کیا اور اپنے بارے میں بتایا۔ عزیزہ کے دونوں بھائی عظمت خان اور حسین خان بھی وہاں موجود تھے۔

والد اور بیٹے یہ سن کر خوش ہوئے تھے کہ اعظم خان کا تعلق شاہ جہاں کی افواج سے تھا اور وہاں وہ ایک بڑے عہدے پر فائز تھا۔

یوں ان کی ملاقاتیں پروان چڑھنے لگیں۔

بہرکیف، اگر آج شاہ جہاں کا قاصد مالوہ کی طرف مہمان داری کا پیغام لے کر گیا تھا تو اعظم خان کے خوش ہونے کے بجائے پریشانی کی ایک ٹھوس وجہ تھی۔

یہ پیغام جسے بظاہر خیر سگالی کا پیغام کہا جارہا تھا، درحقیقت اس وقت بتایا گیا تھا جب اس سے دو روز قبل ہی دربار میں شاہ جہاں اپنی ایک خصوصی نشست میں اپنے امراء، وزراء اور سرداروں کے ساتھ آس پاس کی کمزور ریاستوں میں اپنی عمل داری کے سلسلے میں صلح مشورے کررہا تھا۔ ان میں فوج کے چند سالار بھی تھے جن میں خود اعظم خان بھی تھا۔ اسی لیے اسے دال میں کچھ کالا محسوس ہورہا تھا۔

خیر، مالوہ کا حاکم خان جہاں اپنے تین جواں سال بچوں عظمت خان، حسین خان اور عزیزہ کے ہمراہ شاہی محل پہنچا تو ان کا پرتپاک استقبال کیا گیا۔

عزیزہ کی بے تابانہ نگاہیں کسی کو تلاش کررہی تھیں اور پھر وہ بانکا سجیلا اور جری نوجوان اسے نظر آگیا جو خود بھی اس کا بے چینی سے منتظر تھا۔

''تمہیں میرے آنے کی کوئی خوشی نہیں ہوئی؟'' عزیزہ نے اعظم خان کو خلاف توقع فکرمند پاکر پوچھا۔

''تم میری دنیا ہو، میرا جہاں ہو عزیزہ! میری پہلی اور آخری خوشی ہو تم۔'' اعظم خان فرطِ جذبات تلے بولا۔

''تو پھر مجھے دیکھ کر یہ تردد اور تفکر کیسا؟'' عزیزہ نے اپنی گھنیری پلکیں پھیلا کر سوال کیا۔

''مجھے کچھ گڑبڑ محسوس ہورہی ہے۔ خدا کرے کہ یہ محض میرا وہم ہو۔''

''حد سے زیادہ ملنے والی مسرت میں ایسا ہی ہوتا ہے۔'' عزیزہ دل نشیں مسکراہٹ تلے بولی۔

''کاش، وہم ہی ہو۔'' اعظم نے ہولے سے کہا۔

''یہی ہوگا، اب ذرا ایک خوشی کی خبر تو سن لو۔'' عزیزہ نے اٹھلا کر کہا۔

''کیسی خوشی کی خبر؟'' اعظم خان نے چونک کر اس کے حسین چہرے پر نظر ڈالی تو عزیزہ نے سرخ پڑتے چہرے سے بتایا۔

''ابا جان آپ کو میرے لیے پسند کرنے لگے ہیں۔''

اعظم خان کو وقت کے اس لمحے نے ڈس لیا تھا جب اسے کسی خطرے کی بو محسوس ہوئی تھی ورنہ اس کے لیے یہ خوشی کی خبر کم نہ تھی۔

☆☆☆

اگلے ہی دن اعظم خان کو اپنی نامعلوم اور تشویش آمیز بے چینی کا پتا چل گیا جب ایک بھرے دربار میں عظمت خان نے ایک معزز شاہی عرض بیگی کے منہ پر تھپڑ مار دیا۔

عقدہ کھلا کہ عرض بیگی نے مالوہ کے حاکم خان جہاں کے جواں سال بڑے بیٹے عظمت خان کے سامنے یہ کہہ دیا تھا کہ بہت جلد مالوہ ہمارے قبضے میں آنے والا ہے۔ اسی لیے ابھی سے ہماری اطاعت تسلیم کرلینے میں ہی مصلحت اندیشی اور دانش مندی ہے۔

''جری، جنگجو اور باغیرت قوم اپنے لہو سے اپنے وطن کو سینچا کرتی ہے، اس کا سودا نہیں کیا کرتی۔'' عظمت خان نے نہایت غصے اور طیش میں آکر جواب دیا تھا اور ایک تھپڑ بھی جڑ دیا تھا۔ اس لیے کہ عرض بیگی ہی کیا، کوئی بھی شاہی فوجی افسر دوبارہ مالوہ کے بارے میں ایسی کسی بات کی جرأت نہ کرے۔

www.zemtime.com

یہ گویا موقع فراہم کرنے والی بات تھی۔ جب سہنشاہ تک بات پہنچی تو اس نے بھی اپنے شاہی درباری کی تائید میں یہ بات کہہ ڈالی کہ مالوہ کو ولی نعمت کی عملداری میں دے دیا جائے۔

پھر تو جیسے طوفان کھڑا ہوگیا۔ مالوہ کا حاکم خان جہاں غصے میں بپھر گیا۔ میزبان اور مہمان دشمن بن کر اس روز جدا ہوئے۔ خان جہاں کو شاہ جہاں نے باغی کہا اور دربار میں ذلیل کر ڈالا۔

اس کے تھوڑے ہی دنوں بعد شاہی لشکر نے مالوہ کے خلاف طبل جنگ بجا دیا۔

☆☆☆

شاہی لشکر کو مالوہ کی طرف روانہ کرنے کے بعد اعظم خان ایک درخت کے سہارے پریشان کھڑا رہ گیا۔ وہ گھبرایا ہوا ہر طرف نظریں اٹھاتا۔ شاید وہ کسی اہم نتیجے پر پہنچنا چاہتا تھا۔ کچھ دیر وہ کھڑا سوچتا رہا اور پھر اپنے مکان کی طرف چل دیا۔

یوں جعفر نے اعظم خان کو تفکر میں پا کر کہا۔

''آج آپ اداس کیوں ہیں میرے آقا؟''

جواب میں اعظم خان نے اس کی طرف دیکھا اور کہا۔

''میں نہ کہتا تھا کہ کچھ ہونے والا ہے۔ دیکھو جعفر! مجھ پر آج ایک آزمائش کا وقت آن پڑا ہے اور اس کے لیے قربانیوں کی ضرورت ہے۔''

یہ سن کر جعفر بہ یک جنبش بولا۔ ''بندہ حاضر ہے۔ آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، بس حکم کیجیے۔'' یہ کہتے ہوئے جعفر کے دونوں ہاتھ سینے پر تھے۔

''ہاں، جعفر! تم ہی میری مدد کر سکتے ہو۔'' اعظم خان نے بھرپور لہجے میں کہا۔ ''تم ایسا کرو کہ فوراً برہان پور روانہ ہو جاؤ۔ میں تمہیں ایک خط لکھ کر دیتا ہوں۔ یہ خط خان جہاں کے ہاتھوں میں دینا۔ تم راستے میں کہیں نہ ٹھہرنا کیونکہ شاہی لشکر اس کے تعاقب میں روانہ ہو چکا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم لشکر کے پہنچنے سے پہلے ہی وہاں پہنچ جاؤ۔''

اعظم خان نے اسے بڑی صراحت سے سمجھاتے ہوئے مزید کہا۔ ''اور سنو، تمہیں وہاں تک پہنچنے میں ذرا بھی دیر نہ ہونے پائے۔'' کہتے ہوئے اعظم خان نے بڑے مستحکم انداز میں جعفر کے کاندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ فدویانہ لہجے میں خم کھا کے بولا۔

''جیسا آپ کا حکم آقا! آپ خط لکھ دیں۔ میں تب تک روانگی کی تیاری کرتا ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ باہر چلا گیا۔

اعظم خان نے خان جہاں کے نام ایک خط لکھا اور ایک ریشمی رومال میں لپیٹ کر رکھ دیا۔

تھوڑی دیر بعد جب جعفر روانہ ہونے کے لیے تیار ہو کر آیا تو اعظم خان اسے خط دے کر بولا۔

''یاد رکھو جعفر! لشکر تمہیں نہ دیکھنے پائے۔''

''آپ اطمینان رکھیں آقا!'' جعفر نے اطمینان دلایا اور خدا حافظ کہہ کر رخصت ہوگیا۔

☆☆☆

عرض بیگی نے بھی اپنی ذلت کا بدلہ لینے کی قسم کھا رکھی تھی۔ جس وقت ارادت خان مالوہ کے حاکم خان جہاں کی سرکوبی کے لیے شاہی لشکر لے کر روانہ ہو رہا تھا، اس نے اپنے دو خاص جری سپاہیوں ملوک اور شاہی کو خاص انعام کا لالچ اور ہدایت دے کر شامل کیا تھا کہ وہ اس جنگ میں کسی کو ہلاک کریں نہ کریں، خان جہاں کے بڑے بیٹے عظمت خان کو ضرور مار ڈالیں۔

ان دونوں سپاہیوں نے فوراً ہامی بھر لی تھی۔

☆☆☆

ادھر خان جہاں آگرہ سے نکل کر تیز رفتاری سے مالوہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ شاہ جہاں اس سے ضرور انتقام لے گا اور اس کے تعاقب میں ایک بھاری لشکر روانہ کرے گا۔ اس لیے وہ جلد از جلد برہان پور پہنچ کر خاطر خواہ تیاری کرنا چاہتا تھا۔

یوں وہ برابر آگے بڑھتا رہا مگر دریائے چمبل کے کنارے آ کر اسے ٹھہرنا پڑا کیونکہ برسات کا موسم ہونے کی وجہ سے دریا میں طغیانی تھی۔ دریا میں کوئی کشتی بھی نہیں تھی۔

پل پہلے ہی سیلاب کی نذر ہو چکا تھا۔ وہ گھوڑے سے اترا۔ اسے اترتا دیکھ کر عظمت خان، حسین خان اور عزیزہ بھی اپنے اپنے گھوڑوں پر سے اتر پڑے اور پھر سارے لشکر کو اترنا پڑا۔

خان جہاں نے اپنے بیٹے عظمت خان کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''فرزند! اب ہم دریا کو کس طرح عبور کر سکتے ہیں؟''

عظمت خان نے جواب میں باادب کہا۔ ''ابا حضور! دریا گھوڑوں سے تو عبور نہیں کیا جا سکتا۔''

''تو پھر؟'' باپ نے بیٹے کو جواب طلب نظروں سے دیکھا۔

''ابا حضور! میں نے ٹھیک کہا۔ اگرچہ ہمارا برہان پور پہنچنا بھی بے حد ضروری ہے۔'' عظمت خان بولا۔ ''اور ہمارے لیے ایک ایک لمحہ بھی قیمتی ہے مگر بات وہی ہے کہ ایسی حالت میں کیا، کیا جا سکتا ہے۔'' عظمت خان مایوس

www.zemtime.com

لہجے میں یہ کہہ کر خاموش ہوا پھر کچھ سوچ کر دوبارہ بولا۔

''ہاں، یہ ہوسکتا ہے کہ آج کی رات تو یہیں گزار لیتے ہیں ممکن ہے صبح تک طغیانی کچھ کم ہوجائے۔'' اس نے اپنی بات ختم کی تو عزیزہ بولی۔

''یہ مناسب ہے۔'' خان جہاں نے کہا پھر بیٹے کو ہدایت دی۔ ''تم جاؤ بیٹے حسین.....! اور لشکر والوں کو بتادو کہ رات یہیں گزارنی ہے لیکن وہ ہوشیار رہیں اور چند سواروں کو پڑاؤ کی نگرانی پر مقرر کردو۔'' حسین چلا گیا۔

اب سب سے پہلے شاہی خیمہ نصب کیا جانے لگا۔ سورج غروب ہو رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے دریائے چمبل کے کنارے ایک شہر سا آباد ہوگیا۔ یہاں درندے بھی خوف کی وجہ سے کبھی پانی پینے نہیں آتے تھے۔ آج وہاں ہر طرف رونقیں نظر آرہی تھیں۔

تھوڑی دیر گزری تھی کہ ناگاہ پہاڑی کے دامن سے گرد اٹھتی ہوئی دکھائی دی۔ سارے لشکر کی نظریں اسی سمت کو اٹھ گئیں۔

سپاہیوں نے غور سے دیکھا تو ایک گھڑ سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا اسی طرف بڑھ رہا تھا۔

ٹاپوں کی آواز سن کر خان جہاں، عظمت خان، حسین خان اور عزیزہ بھی اپنے خیمے سے باہر آگئے۔

پڑاؤ کے نزدیک پہنچ کر سوار نے اپنے گھوڑے کی رفتار سست کردی۔ وہ شاید شاہی خیمہ پہچاننے کی سعی کر رہا تھا۔

خان جہاں نے رومال ہلایا اور اجنبی سوار اسی طرف چل پڑا۔ اب وہ لشکر کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ سارے لشکر کی نگاہیں اجنبی کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ ہر سپاہی اسے عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

اجنبی سوار اب شاہی خیمے کے نزدیک پہنچ چکا تھا۔ پہریدار اسے قریب آتا دیکھ کر آگے بڑھا اور گھوڑے کی لگام پکڑی۔ سوار گھوڑے سے نیچے اتر پڑا اور بڑھ کر خان جہاں کو سلام کیا۔

خان جہاں نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا۔ ''تم کہاں سے آرہے ہو؟''

اجنبی سوار نے جواب میں باادب کہا۔ ''میں آگرہ سے آرہا ہوں۔ مجھے اعظم خان سپہ سالار نے آپ کی خدمت میں یہ خط دے کر بھیجا ہے۔'' کہتے ہوئے اس نے اپنی جیب سے خط نکالا۔

اعظم خان کا نام سنتے ہی عزیزہ کے مرجھائے ہوئے چہرے پر یک دم شگفتگی آگئی۔

خان جہاں نے سوار کے ہاتھ سے خط لے کر پڑھا۔ لکھا تھا۔

''شاہی لشکر تعاقب میں روانہ ہوچکا ہے۔ شاہی لشکر کا سردار ارادت خان ہے۔ ویسے میں نے اسے سب کچھ سمجھا دیا ہے لیکن غیر پھر بھی غیر ہی ہوتا ہے۔ اس سے کسی قسم کی امید نہیں کی جاسکتی۔ آپ سے ہوسکے تو قلعہ بند ہوکر مقابلہ کیجیے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ناکام و نامراد واپس جائے گا۔''

خان جہاں نے خط پڑھنے کے بعد عزیزہ کو دے دیا۔ یوں بھی اس کی پُراشتیاق نگاہ بار بار خط پر جاتی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ یہی تحریر وہ عمر بھر دیکھا کیے رہے۔ نہ صرف یہ بلکہ اس تحریر کو حرفِ زبان بنا کر اپنے سینے سے لگائے رکھے۔

ذرا دیر خاموش رہنے کے بعد خان جہاں نے پوچھا۔

''شاہی لشکر کب روانہ ہوا ہے؟''

''پرسوں..... میں لشکر کی روانگی کے بعد ہی آگرہ سے چلا تھا۔ وہ عنقریب یہاں پہنچنے والا ہی ہوگا۔'' اجنبی جو جعفر ہی تھا، نے مختصراً صراحت بتائی۔

''اچھا اب تم جا کر ذرا آرام کرو۔'' خان جہاں نے کہا۔

جعفر نے نفی میں سر ہلا کر کہا۔ ''نہیں سردار! میں مجبور ہوں اور اسی وقت واپس جانا چاہتا ہوں۔ میرے آقا میرا بے چینی سے انتظار کر رہے ہوں گے۔''

خان جہاں نے قدرے تفکر تلے جعفر کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

''اندھیاری رات ہے پھر تم ان راستوں سے بھی ناواقف ہو، اس لیے یہی مناسب ہے کہ آج رات یہیں آرام کرو۔ صبح ہوتے ہی روانہ ہوجانا۔''

جعفر نے کہا۔ ''مجھے قیام کرنے پر مجبور نہ کیجیے سردار! میں کسی بھی صورت میں نہیں ٹھہر سکتا۔''

اب آفتاب غروب ہوچکا تھا۔ پہاڑی نشیب سے ایک سوار تیز رفتاری سے گھوڑا دوڑاتا ہوا جا رہا تھا۔ خان جہاں اور عزیزہ کی آنکھیں اسی طرف لگی ہوئی تھیں۔

اندھیرا بڑھتا جا رہا تھا۔ آسمان پر ستارے البتہ چمک رہے تھے۔

سوار رفتہ رفتہ نظروں سے اوجھل ہوگیا لیکن عزیزہ کی نگاہیں ابھی تک اسی طرف تھیں۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔

یوں خان جہاں، اس کے بیٹوں اور عزیزہ نے ساری رات اضطراب مسلسل میں گزار دی۔ صبح ہوتے ہی عظمت اپنے والد کے خیمے میں آیا۔

www.zemtime.com

عظمت سلام کر کے بیٹھ گیا۔ کچھ دیر خاموش رہا۔ اسے شاید اپنے والد سے مشورہ کرنا تھا۔ آخر اس نے سوال کیا۔

''ابا جان! اگر دشمن پہنچ جائے تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟''

باپ نے بیٹے کا چہرہ دیکھا اور بولا۔ ''ہاں، فرزند! خدا کا شکر ہے کہ ہمیں وقت سے پہلے ہی معلوم ہو گیا کہ شاہی لشکر ہمارے تعاقب میں روانہ ہو چکا ہے۔ یہ بہت اچھا ہوا ورنہ بے خبری میں خدا جانے ہمارا کیا حشر ہوتا۔''

''ہاں، ابا جان! سردار اعظم خان نے اس سلسلے میں ہماری بڑی مدد کی ہے۔'' عظمت بولا۔

ایک دو لحظہ سکوت کے بعد خان جہاں نے کہا۔ ''اگر بعض سیاسی پیچیدگیاں نہ ہوتیں تو میں ضرور عزیزہ کی شادی اعظم خان کے ساتھ کر دیتا۔ وہ بڑا بہادر اور شریف نوجوان ہے۔''

خان جہاں نے جیسے ہی اپنا جملہ مکمل کیا حسین اور عزیزہ خیمے میں داخل ہوئے۔ خان جہاں انہیں آتا دیکھ کر خاموش ہو گیا۔ دونوں نے باپ کو سلام کیا اور خاموشی سے عظمت خان کے پاس بیٹھ گئے۔ عزیزہ کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ وہ ساری رات روتی رہی تھی۔

خ... اس کی اداسی کا سبب جانتا تھا اس لیے اس نے موضوع بدلتے ہوئے حسین سے پوچھا۔ ''بیٹے! دریا کا کیا رنگ ہے؟''

''ابھی تک وہی کیفیت ہے ابا جان!'' حسین نے جواب دیا اور آگے بولا۔ ''بلکہ پانی اور چڑھ گیا ہے۔''

''اگر یہ کیفیت ہے تو ہم دریا عبور نہیں کر سکتے۔ تم لشکر کو تقسیم کر دو۔'' خان جہاں کچھ اور بھی کہنے والا تھا کہ ایک سپاہی گھبرایا ہوا آیا اور بولا۔

''حضور! دشمن کا لشکر سر پر آن پہنچا ہے۔''

عظمت خان نے حیران ہوتے ہوئے سپاہی کی طرف دیکھا۔

''گھبرانے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ عظمت! تم جاؤ اور لشکر کو تیار کرو۔ ہمیں ہر صورت میں دشمن کا مقابلہ کرنا ہوگا۔'' خان جہاں نے عظمت کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

اپنے والد کی ہدایت پر عظمت خان اور حسین خیمے سے باہر چلے گئے۔

☆☆☆

خان جہاں کا لشکر پہلے ہی سے مقابلے کے لیے تیار کھڑا تھا۔ شاہی لشکر کو دیکھ کر اس پر بھوکے شیر کی طرح ٹوٹ پڑا۔

اب باقاعدہ جنگ شروع ہو گئی۔ ارادت خان دور کھڑا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔

عزیزہ، عظمت اور حسین برابر دشمن پر حملے کر رہے تھے۔ میدانِ جنگ لاشوں سے پٹ گیا تھا اور بڑا غضب کا رن تھا۔

شاہی لشکر سفر کی وجہ سے نڈھال تھا اور مغل سپاہی ابھی آرام بھی نہ کر پائے تھے کہ انہیں جنگ میں جھونک دیا گیا تھا لہٰذا وہ خان جہاں کے لشکر کے اچانک اور شدید حملوں کی وجہ سے سہمے ہوئے تھے۔

اب سورج غروب ہو رہا تھا اور فضا تاریک ہوتی جا رہی تھی۔ یوں رات ہوتے ہی دونوں لشکر اپنے اپنے پڑاؤ کی طرف لوٹ گئے اور جنگ کا فیصلہ آنے والے کل تک کے لیے ملتوی کر دیا گیا۔

شاہی لشکر کے دس ہزار سپاہیوں میں سے بہتر کام آ چکے تھے۔ رات کی تاریکی میں ہر طرف آگ روشن تھی۔ خان جہاں نے نماز سے فارغ ہو کر عظمت کو بلا کر کہا۔

''بیٹے! یہ غفلت کا وقت نہیں ہے۔ اس نازک وقت میں دشمن ہر مکر و فریب سے کام لے گا۔ اپنے لشکر کو ہوشیار رہنے کی تاکید کر دو اور رات کو تم خود بھی نگرانی کرتے رہو۔''

''بہت بہتر ابا جان.....!'' عظمت خان نے سعادت مندی سے کہا اور باہر چلا گیا۔

اب میدان میں ہر سو خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ خان جہاں اس وقت بستر پر پڑا کروٹیں بدل رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ گو آج تک کی جنگ میں اس کا پلہ بھاری رہا تھا مگر اس کے سپاہی گھبرا گئے تھے۔ پھر مغلوں کو مزید کمک ملنے کا بھی امکان تھا۔ اگر ایسا ہوا تو اس کا انجام بہت خراب ہوگا۔

اس وقت اس کے پاس کل دو ہزار سپاہی باقی بچے تھے۔ تین ہزار آج کی لڑائی میں کام آ چکے تھے۔ وہ انہی خیالات میں کھویا ہوا تھا کہ اذان کی آواز نے چونکا دیا۔

وہ اٹھا اور وضو کر کے..... نماز کے لیے کھڑا ہو گیا۔

نماز سے فارغ ہو کر وہ سیدھا عظمت کے خیمے میں پہنچا اور اسے بیدار کیا۔ وہ جب نماز پڑھ چکا تو خان جہاں نے پوچھا۔

''بیٹے! لشکر والوں کے حوصلوں کا کیا عالم ہے؟''

''ابا جان! ان کے حوصلے بلند ہیں۔'' عظمت نے جواب دیا۔

''اللہ کا شکر ہے۔ اچھا، اب تم جا کر لشکر کو باہر نکالو اور میرے پہنچنے کا انتظار کرو۔''

یہ کہہ کر خان جہاں اپنے خیمے میں واپس آ گیا اور عظمت لشکر کی طرف روانہ ہو گیا۔

عظمت خان نے لشکر کو تیار کیا اور جب سارا لشکر

www.zemtime.com

میدان میں جمع ہوگیا تو طبلِ جنگ بجانے کا حکم دیا۔ طبلِ جنگ کی آواز نے لشکر میں ایک نئی روح پھونک دی۔

اتنے میں خان جہاں بھی پہنچ گیا۔ اس نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور اپنا گھوڑا میدانِ جنگ کی طرف سرپٹ دوڑا دیا۔

لشکر والوں نے جب یہ دیکھا تو وہ بھی اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور میدانِ جنگ میں کود پڑے۔ مغل لشکر ان کے انتظار میں تیار کھڑا تھا۔

ادھر عزیزہ بھی اپنا گھوڑا بڑھاتی ہوئی میدان جنگ کی طرف بڑھی تھی پھر وہ اپنے والد کے قریب پہنچ کر بولی۔

''ابا جان! ہمارے لیے یہ وقت بڑا نازک ہے۔ بہتر یہی ہے کہ آپ اپنی جان بچا کر بھاگ نکلیں۔ ہم دشمنوں کو روکتے ہیں اور آپ اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیجیے۔ آپ کا دریا عبور کرنا ازبس ضروری ہے تاکہ برہان پور پہنچ کر مغلوں کے مقابلے کے لیے لشکر کو تیار کرسکیں۔''

خان جہاں کو اپنی بیٹی کی یہ تجویز پسند آئی۔ وہ خود بھی سمجھ رہا تھا کہ اس کا برہان پور پہنچنا کس قدر ضروری ہے لہٰذا اس نے ایک نظر عزیزہ پر ڈالی اور ایڑ لگا کر اپنا گھوڑا دریائے چمبل کی لہروں میں ڈال دیا۔

اس کا لشکر پہلے ہی سے شکستہ حال تھا۔ اپنے سردار کو دریا میں کودتے دیکھ کر لشکر والے بھی لہروں میں تیرنے لگے۔ صرف چند جاں نثاروں کے ساتھ حسین خان دشمن کو روکے رہا۔

عزیزہ بھی میدانِ جنگ کی طرف بڑھی اور سہمے ہوئے سپاہیوں کو جوش دلا کر دشمن پر حملہ کرنے کی ترغیب دی لیکن اب نقشۂ جنگ اور پانسۂ جنگ پلٹ چکا تھا۔

ملوک اور شاہی بدستور عظمت خان کے تعاقب میں تھے۔ وہ لڑتے لڑتے بالآخر اس کے گھوڑے کے نزدیک پہنچ گئے۔ اس وقت یہ عالم تھا کہ تھک کر سب ہی چور ہو رہے تھے لیکن مکار عرض بیگی نے ان دونوں کو یہی ہدایت کی تھی کہ انہوں نے صرف عظمت خان کو ہلاک کرنے میں اپنی توانائی کا مظاہرہ کرنا ہے اسی لیے وہ دونوں تازہ دم تھے۔

انہوں نے عظمت کے گھوڑے کو گھیرے میں لے لیا۔ عظمت اس وقت بڑی بہادری اور جرأت کے ساتھ دشمنوں پر اپنی تلوار سے ٹوٹا پڑ رہا تھا۔ تب ہی ملوک اور شاہی بیک وقت اس پر عقب سے ٹوٹ پڑے۔

شاہی نے تلوار کا ایک وار کیا۔ عقب سے وار میں بہادر بھی ڈھے جاتے ہیں، سو وہی حال جری اور جنگجو عظمت خان کا بھی ہوا۔ ہاتھ میں زخم آیا تو تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی۔

ابھی وہ سنبھلنے بھی نہیں پایا تھا کہ شاہی نے اپنے نیزے سے عقب سے حملہ کیا۔ نیزہ عظمت کے پہلو میں گھسا اور وہ اپنے ہی گھوڑے پر جان کنی کے عالم میں ڈولنے لگا۔

ادھر عزیزہ نے حسین خان کو بھی دریا عبور کرنے کا مشورہ دیا اور خود اپنے چند سواروں کے ساتھ دشمن پر ٹوٹ پڑی۔ جب خان جہاں دریا کے پار پہنچ گیا تو عزیزہ بھی اپنے سواروں کو ساتھ لے کر دریا میں کود پڑی۔

خان جہاں، حسین خان اور عزیزہ اپنے سواروں کے ساتھ دوسرے کنارے پر جا رکے۔ انہوں نے دشمن کو دیکھا اور سامنے برہان پور کی بلند اور عالیشان عمارتوں پر نظر ڈالی اور مسکرائے۔

اب شام ہو چکی تھی۔ خان جہاں اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر قلعے کی طرف بڑھا اور مغل لشکر اپنے شکار کو حسرت سے دیکھتا رہ گیا۔

اس جنگ میں شاہی لشکر کا سپہ سالار ارادت خان بھی مارا جا چکا تھا۔ اسے عزیزہ اور حسین خان نے ہلاک کیا تھا لہٰذا شاہی لشکر کی باگ اب دوسرے سالار نیابت خان کے سپرد تھی۔

☆☆☆

شاہ جہاں اپنے دربار میں بیٹھا تھا۔ سارے امرا اور وزیر حسبِ مراتب سرنگوں بیٹھے تھے۔ شاہ جہاں آج بے حد فکر مند اور اداس تھا۔ وہ پریشان تھا کیونکہ ارادت خان کو گئے ہوئے تقریباً ایک مہینا گزر چکا تھا لیکن اس کی اب تک خیر و عافیت معلوم نہ ہو سکی تھی اور نہ ہی یہ معلوم ہوا تھا کہ خان جہاں کا کیا ہوا؟

شاہ جہاں نے دربار پر ایک نظر ڈالی اور آصف جاہ سے مخاطب ہو کر بولا۔

''آخر تم کس مرض کی دوا ہو؟''

''ہم حضور کے اک اشارۂ جنبش پر اپنی جانیں نثار کرنے پر تیار ہیں۔'' آصف جاہ نے ادب سے جواب دیا۔

''یہ سب باتیں ہیں۔ جب تم اب تک ایک باغی سردار کو گرفتار نہ کر سکے تو آئندہ تم سے کیا امید رکھی جا سکتی ہے۔'' شاہ جہاں نے کہا۔

''آپ اطمینان رکھیں جہاں پناہ! ارادت خان ضرور اسے گرفتار کر کے آپ کے سامنے حاضر کرے گا۔'' آصف جاہ نے پُرتیقن لہجے میں بادشاہ کو اطمینان دلایا۔

''یہ صرف ایک خواب ہی بن کر رہ گیا ہے آصف جاہ!

www.zemtime.com

میں چاہتا ہوں کہ دس ہزار کا ایک اور لشکر اس کی مدد کے لیے بھیجا جائے لیکن سوال یہ ہے کہ اس لشکر کی قیادت کس سردار کے سپرد کی جائے؟'' شاہ جہاں نے آخر میں دریافت کیا۔

اس پر عرض بیگی اپنی نشست سے اٹھا اور ادب سے بولا۔

''جہاں پناہ! غلام اس خدمت کے لیے حاضر ہے۔ خان جہاں نے بھرے دربار میں مجھے ذلیل کیا ہے۔ میں اس سے ضرور انتقام لوں گا۔''

شاہ جہاں نے عرض بیگی کی طرف غور سے دیکھا اور ایک خلعت عطا کرتے ہوئے بولا۔

''مجھے یقین ہے عرض بیگی! تم اس ذلیل شخص سے اپنی بے عزتی کا بدلہ ضرور لوگے۔ جاؤ، اب زیادہ وقت ضائع نہ کرو اور اپنے ساتھ پانچ ہزار مسلح سوار لیتے جاؤ۔'' شاہ جہاں نے اسے ہدایت کردی۔

عرض بیگی نے ادب سے کہا۔ ''ولی نعمت! اس بزدل انسان کے لیے اتنے بڑے لشکر کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنے ساتھ ایک مختصر سا لشکر لے جانا چاہتا ہوں۔''

''نہیں، میں جو کہتا ہوں وہی کرو۔'' شاہ جہاں جلال میں آکر بولا۔ ''طوفان کی طرح جاؤ اور اسے غرق و نابود کردو۔ ایسا غرق کہ وہ قیامت تک سر نہ اٹھا سکے۔''

''ایسا ہی ہوگا جہاں پناہ!'' عرض بیگی نے جھکتے ہوئے کہا اور سلام کرکے رخصت ہوگیا۔

جمنا کی ساکن لہروں پر کھلتی ہوئی خاموش فضا میں لشکر کی روانگی کے لیے بجنے والے بگل نے ایک ہیجان پیدا کردیا تھا۔ عرض بیگی اپنے گھوڑے پر سوار ہوچکا تھا اور لشکر اشارے کا منتظر تھا کہ شام کے دھندلکے میں دور ایک سوار، گھوڑا دوڑائے آتا دکھائی دیا۔

عرض بیگی نے اپنے لشکر کو اشارے سے روکا اور انتظار کرنے لگا کہ دیکھے آخر یہ آنے والا کون ہے اور کہاں سے آرہا ہے؟ جب سوار قریب آیا تو عرض بیگی نے پہچانا کہ وہ سپہ سالار اعظم خان تھا۔

عرض بیگی احتراماً گھوڑے سے اتر پڑا۔ سارے لشکر نے اس کی پیروی کی اور سارے سوار اپنے اپنے گھوڑوں سے اتر پڑے۔

اعظم خان نے لشکر کا جائزہ لیا اور عرض بیگی کو اشارے سے ایک طرف بلا کر کہا۔ ''ہمیں معلوم ہے عرض بیگی کہ تم کہاں جارہے ہو۔''

''جی حضور! میں اپنی عزت پر قربان ہونے جارہا ہوں۔'' عرض بیگی نے جواب دیا۔

''مگر دانستہ طور پر موت کے منہ میں جانے سے کیا فائدہ۔'' اعظم خان نے کہا۔

''میں ایسی زندگی کو موت سے بدتر سمجھتا ہوں حضور کہ جس میں بے عزتی ہو۔ اس خیال کے آتے ہی میرے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔ میں پاگل ہوجاتا ہوں جب یہ سوچتا ہوں کہ عظمت خان یہ کہتا ہوگا کہ اس عرض بیگی کو بھرے دربار میں ذلیل کردیا۔''

اعظم خان کو عرض بیگی کے سینے میں سلگتی آتشِ انتقام اور جوشِ غیظ کا اندازہ تھا، تاہم بولا۔ ''عرض بیگی! وہ وقت کی بات تھی۔ ہر شخص کنارے تک پہنچنے کی کوشش میں ہاتھ پیر مارتا ہی ہے۔ کبھی کبھی بکری بھی شیر پر حملہ کردیتی ہے۔ وہ اس وقت موت کی آغوش میں تھا اور اگر.....''

کہتے کہتے اعظم خان رک گیا تو عرض بیگی نے الجھی ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ ''تو آپ کیا چاہتے ہیں؟''

''کچھ نہیں۔ میں تو تمہیں نشیب و فراز سے آگاہ کرنے آیا تھا۔ یاد رکھو، جہاں پناہ تمہیں موت کے منہ میں دھکیل کر اپنی ناموری چاہتے ہیں۔ اگر تم میدان جنگ میں مارے گئے تو ان کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ اگر تم نے خان جہاں پر فتح پالی تو بھی ان کا ہی نام ہوگا۔'' اعظم خان نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

''میں آپ کا احترام کرتا ہوں اور حضور جہاندیدہ و گرگ باراں دیدہ بھی ہیں اور ہر ایک کے خیرخواہ بھی۔ آپ صاف صاف فرمائیں کہ کیا چاہتے ہیں؟'' عرض بیگی نے دریافت کیا۔

''میں کیا چاہوں گا عرض بیگی..... کہ تمہاری موت سے نہ مجھے کوئی افسوس ہوگا اور نہ تمہاری کامیابی پر کوئی خوشی۔ میں فقیر قسم کا آدمی ہوں۔ سپہ سالار نہ سہی، سپاہی ہی سہی مگر تمہیں یہ بتانا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ تم جان بوجھ کر موت کے منہ میں جارہے ہو۔'' اعظم خان نے ایک بار پھر اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

''میں آپ کی اس ہمدردی کا شکریہ ادا کرتا ہوں معزز سردار!'' عرض بیگی باادب بولا۔ ''مگر میں اس سے زیادہ اپنے متعلق سوچنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ میں اس لیے نہیں جارہا ہوں کہ جہاں پناہ مجھے کوئی عہدہ دیں گے، صرف اس لیے جارہا ہوں کہ عظمت خان نے مجھے بھرے دربار میں ذلیل کیا تھا۔ میں اس سے اپنی بے عزتی کا انتقام لینا چاہتا ہوں۔''

www.zemtime.com

اب اعظم خان اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ وہ خاموش ہوگیا اور اشارے سے عرض بیگی کو جانے کی اجازت دے دی۔

عرض بیگی نے جھک کر سلام کیا اور لشکر کے ساتھ روانہ ہوگیا۔

اعظم خان دیر تک اسے جاتا دیکھتا رہا اور جب لشکر اس کی نظروں سے اوجھل ہوگیا تو اس نے ایک سرد سی ہمکاری بھرتے ہوئے خود کلامیہ کہا۔

''آہ..... میری قسمت کے چاند (عزیزہ)، تجھ پر دشمنوں کی کالی گھٹائیں چھاتی جارہی ہیں۔ تمہاری طرح میں بھی رحمت کی اس ہوا کا شدت سے منتظر ہوں جو انہیں ٹکڑے ٹکڑے کرکے منتشر کردے۔ میں نے تجھے (عزیزہ) خدا کے حوالے کیا۔''

اعظم خان نے حسرت سے آسمان کی طرف دیکھا اور واپس لوٹ آیا۔

☆☆☆

بربان پور کے شاہی محل پر آج اداسی برس رہی تھی۔ نہ کوئی پہریدار تھا، نہ کوئی خادم۔ خان جہاں، اس کا بیٹا حسین خان اور شہزادی عزیزہ، عظمت کی جواں موت پر آنسو بہا رہے تھے۔

خان جہاں کی کمر خم ہوچکی تھی اور وہ دیدے پھاڑ پھاڑ کر ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا اور پھر تقریباً چیختے ہوئے بولا۔

''تم سب غلط کہتے ہو۔ حسین! میرا عظمت زندہ ہے۔ میرا شیر ان گیدڑوں کے ہاتھوں کبھی نہیں مرسکتا۔''

غمگسار عزیزہ اپنے باپ کے قریب آئی اور تسلی دیتے ہوئے بولی۔ ''ابا جان! اب افسوس کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ موت ہمارے سروں پر منڈلا رہی ہے۔ اب ہمیں اپنی فکر کرنا چاہیے۔ بے شک بھائی عظمت شہید ہوگئے لیکن وہ بہادری کی موت مرے ہیں۔''

غمگسار باپ نے کہا۔ ''بیٹی! اب مجھے نہ سلطنت کی ضرورت ہے، نہ کسی اور چیز کی۔ میں اب میدانِ جنگ میں جاکر.....'' خان جہاں فرطِ رقت تلے جملہ پورا نہ کرسکا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔

''نہیں ابا جان! ہم ان بھوکے کتوں کو یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ عظمت کا خون رائگاں نہیں گیا۔ جب ہم موت کی تلاش میں میدانِ جنگ میں نکلیں گے تو موت ہم سے دور بھاگے گی اور ہم موت کے تعاقب میں دشمنوں کی صفوں کو چیر کر رکھ دیں گے اور.....اور.....''

عزیزہ جوش تلے مغلوب الغضب ہوتے ہوئے کہے جارہی تھی۔

''بیٹی! تمہارا باپ موت سے خائف نہیں بلکہ تمہارے بھائی کی موت نے اسے بزدل بنا دیا ہے۔'' خان جہاں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

''خدا کے لیے ایسا نہ سوچیے ابا جان! ابھی آپ کو زندگی کی ضرورت ہے۔ ہمیں ابھی بھائی عظمت خان کے خون کا انتقام لینا ہے۔'' عزیزہ پُرجوش لہجے میں بولی۔

''بیٹی عزیزہ! ہم اس وقت دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں اور رہائی کی کوئی صورت ممکن نہیں۔'' خان جہاں نے کہا۔

''گھبرائیے نہیں ابا جان! ہم سپاہی زادے ہیں۔ آپ کی یہ مایوسانہ گفتگو ہمارا دل بھی خون خون کیے دیتی ہے۔ ہم مرنے کے طلبگار ہیں اور مرجائیں گے مگر بزدلوں کی موت نہیں مریں گے۔ ہم تلواروں کی چھاؤں میں پل کر جوان ہوئے ہیں۔ آپ یہاں رہیے مگر ہمیں اجازت دیجیے۔'' آخر میں عزیزہ نے اجازت طلب کرتے ہوئے کہا۔

''میں سب کچھ جانتا اور سمجھتا ہوں اور دشمنوں سے جنگ بھی کرنا چاہتا ہوں لیکن دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ میں تمہاری زندگی چاہتا ہوں۔ میری بیٹی! خدا تمہیں سلامت رکھے۔ تم نے مجھے مجبور کردیا۔ میں بھی اب اس جنگ میں حصہ لوں گا۔ جاؤ حسین! تمہیں یہ خدمت مبارک ہو۔ مالوہ کے پہاڑوں کے ذرّے ذرّے کو، مکانوں کی اینٹ اینٹ کو مادرِ وطن کا یہ پیغام پہنچاؤ کہ مادرِ وطن اس وقت غلامی کی زنجیروں میں جکڑی جارہی ہے۔ بڑھو اور مرنے مارنے کے لیے تیار ہوجاؤ، پھر یہ وقت نہ آئے گا۔ آج آزادی ہمیں بلا رہی ہے۔ کل تمہارے خون کے دریاؤں میں طوفان کی آوازیں بھی اسے تمہاری طرف نہ لاسکیں گی۔''

خان جہاں جوش میں نہ جانے کیا کیا کہتا رہا۔ حسین اور عزیزہ اپنے باپ کی باتیں سن کر خوش ہورہے تھے۔ حسین نے تلوار سنبھالی اور باہر نکل گیا۔ گھوڑے پر سوار ہوا اور دشوار گزار راستوں میں روپوش ہوگیا۔

خان جہاں اپنی آرام گاہ کی طرف چلا گیا۔ وہ جاتے ہی بستر پر لیٹا اور سوگیا۔ عزیزہ نے مردانہ لباس پہن کر چہرے پر نقاب ڈالی، گھوڑے پر سوار ہوئی، گرد و پیش کا جائزہ لیا اور ایک طرف روانہ ہوگئی۔

عزیزہ نے سیدھا ریتی حنا کے جنگل کا رخ کیا۔ اس کی زمین کہیں گھاس زدہ اور کہیں ریتیلی تھی۔ یہاں اس نے اپنی

www.zemtime.com

ایک خفیہ جنگی کمین گاہ بنائی ہوئی تھی۔ ریتی چنا کا مغربی حصہ موجودہ میدانِ جنگ سے زیادہ دور نہ تھا۔

اپنی ریتی چنا والی خفیہ جنگی کمین گاہ میں اس نے پورا ایک دن گزارا تھا اور اگلے ہی دن اس کے ایک جاسوس نے اطلاع دی کہ آگرہ سے ایک نیا اور تازہ دم شاہی لشکر آ کر نیابت خان کے پاس فروکش ہوا ہے اور اس کا سردار عرض بیگی ہے۔

میدانِ جنگ میں خیمہ زن دشمن لشکر کے بارے میں یہ خبر اس کے لیے دھماکے سے کم نہ تھی۔ اسے فکر ہونے لگی کہ تازہ دم کمک ان کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔ انہیں شکست سے دوچار ہونا پڑ جائے گا، اگر اس کا جلد ہی سدباب نہ کیا گیا تو.....

تب ہی اس نے سوچ بچار کے بعد اس نے ایک صندوق سے بھڑکیلا لباس نکالا اور اسے زیب تن کرنے لگی۔

☆☆☆

اگرچہ نیابت خان نے فتح ضرور پالی تھی مگر دس ہزار میں سے صرف چند ..... سوار اس کے پاس زندہ بچے تھے۔ ان میں سے اکثر زخمی اور بیمار تھے۔ جو تندرست تھے، وہ اپنے اپنے گھروں کو واپس لوٹنا چاہتے تھے۔ اس موسم میں مالوہ کی آب و ہوا ان کے لیے مہلک تھی لیکن مشکل یہ تھی کہ وہ کہیں جا بھی نہیں سکتے تھے۔

نیابت خان نے ایک اونچی سی پہاڑی پر خیمے لگوائے تھے۔ پہاڑی ندی نالے لبالب بھرے ہوئے تھے۔ دریا میں سخت طغیانی تھی۔ نیابت خان اس صورتِ حال سے سخت گھبرایا ہوا تھا۔ وہ کہیں جا بھی نہ سکتا تھا اور نہ ہی کسی قاصد کو شہنشاہ تک بھیجا جا سکتا تھا۔

ایک مہینے سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا تھا مگر اس طوفان میں برابر اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ ایک طرف وہ اس مصیبت میں گرفتار تھا تو دوسری طرف اسے یہ خوف تھا کہ خان جہاں ایک لشکر جرار کے ساتھ اپنے نوجوان بیٹے کے خون کا انتقام ضرور لے گا۔

ان کے پاس کھانے پینے کا سامان بھی ختم ہو رہا تھا۔ نیابت خان نے واپس لوٹنے کا فیصلہ کر لیا۔

وہ اپنے سپاہیوں کے ساتھ واپسی کی تیاری کر رہا تھا کہ شمال کی جانب سے ایک لشکر آتا ہوا دکھائی دیا اور نیابت خان کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ لشکر اب پہاڑی کے دامن میں پہنچ چکا تھا۔

اس نے غور سے دیکھا اور خوشی سے نعرے لگاتا ہوا آنے والے لشکر کی طرف بڑھا۔

لشکر اب گھوڑوں سے اتر چکا تھا۔ عرض بیگی اپنے گھوڑے سے اترا اور اپنا گھوڑا ایک غلام کو دے کر پہاڑی پر چڑھنے لگا۔

نیابت خان نے عرض بیگی کو دیکھا بلکہ دونوں ہی ایک سکتے کے سے عالم میں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

''تم کیا دیکھنے لگے عرض بیگی؟'' آخر نیابت خان نے سکوت کو توڑتے ہوئے کہا۔

''میں حیران ہوں نیابت خان کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟'' عرض بیگی نے جواب میں کہا۔

''کچھ نہ پوچھو عرض بیگی! میں تمہیں کیا بتاؤں کہ یہ سب کیا ہو گیا ہے۔ ارادت خان مارا جا چکا ہے اور ہمارا لشکر کچھ تو دشمن کے ہاتھوں اور کچھ خدا کے غضب سے تباہ ہو چکا ہے۔ صرف چند سپاہی زندہ بچے ہیں۔ ان میں سے بھی آدھے موت کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ خان جہاں شکست کھا کر بھاگ گیا ہے اور عظمت خان میرے ہاتھوں مارا جا چکا ہے۔''

نیابت خان نے اسے نہایت صراحت کے ساتھ ساری باتیں سمجھا اور بتا ڈالیں۔

''تم گھبراؤ نہیں نیابت خان!'' عرض بیگی نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا اور پھر بولا۔ ''میں پانچ ہزار کا لشکر لے کر آیا ہوں اور کل صبح برہان پور کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔''

''کیا تم اسی لیے آئے ہو؟'' نیابت خان نے پوچھا۔

''ہاں، میں اسی لیے آیا ہوں۔'' عرض بیگی نے جواب میں کہا۔ ''میں خان جہاں کو گرفتار کر کے اسے زنجیروں میں جکڑوں گا اور عظمت خان کا سر نیزے پر رکھ کر، عزیزہ کو ننگے سر لشکر کے حلقے میں لے کر آگرہ لے جاؤں گا اور وہاں انہیں دربدر اور خاک بسر کروں گا۔''

''خدا تمہیں، تمہارے ارادوں میں کامیاب کرے۔'' نیابت نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔

''ہم ضرور کامیاب ہوں گے نیابت خان! تم فکر نہ کرو، بس اب ذرا لشکر کے قیام کا انتظام کرو۔ سپاہی تھک کے چور ہو رہے ہیں۔ انہیں آرام کی ضرورت ہے تاکہ جنگ میں دشمن پر کاری ضرب لگا سکیں۔'' عرض بیگی نے کہا۔

''ٹھیک ہے، تم میرے خیمے میں قیام کرو۔'' نیابت نے کہا۔ ''میں لشکر کے قیام کا انتظام کراتا ہوں۔''

یہ کہہ کر نیابت خان سپاہیوں کے انتظام و انصرام میں مصروف ہو گیا اور عرض بیگی، نیابت خان کے خیمے میں چلا گیا۔

www.zemtime.com

تاریکی بڑھتی جارہی تھی اور خیمے تیار ہو چکے تھے۔ جابجا آگ روشن تھی اور سپاہی آرام سے اپنے اپنے بستروں پر لیٹے ہوئے تھے۔

عرض بیگی، نیابت خان کے خیمے میں جو سب سے الگ ایک پہاڑی پر نصب کیا گیا تھا، بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ خیمے میں شمع روشن تھی۔ عرض بیگی اب تک کئی جام چڑھا چکا تھا۔ اس پر مدہوشی طاری ہونے لگی تھی کہ اچانک ایک حسین دوشیزہ خیمے میں داخل ہوئی اور خاموشی سے قنات کے ساتھ لگ کر کھڑی ہوگئی۔

عرض بیگی اسے دیکھ کر مسکرایا اور اس کے قریب آکر بولا۔ ''اے حسینہ! تم کون ہو؟''

''میں ایک مغنیہ ہوں۔'' دوشیزہ نے جواب دیا۔

''لل..... لیکن تم یہاں کیوں آئی ہو؟'' عرض بیگی کی آواز لڑکھڑا رہی تھی۔

''میں نے سنا ہے کہ حضور کو ناچ گانے کا شوق ہے اور یہ معلوم ہوا کہ آپ آج کی رات اسی خیمے میں قیام کریں گے اس لیے میں حاضر ہوگئی۔'' دوشیزہ بولی۔

''خوب! یہ نیابت خان نے یہاں جنگل میں منگل کر رکھا ہے کیا.....؟ خیر، اچھا کیا کہ تم آگئیں۔ کیا کچھ سناؤ گی بھی یا.....''

''جی ہاں، ضرور سناؤں گی مگر ذرا ہوش تو درست ہوجانے دیجیے۔'' کہتے ہوئے دوشیزہ نے ایک دلفریب انداز سے عرض بیگی کی طرف دیکھا اور مسکرائی۔

تب ہی اس نے ایک گیت سنایا اور اپنی سانس درست کرنے لگی۔

اثنائے راہ عرض بیگی جام پر جام لنڈھاتا رہا۔ کچھ دیر وہ دوشیزہ کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتا رہا اور پھر اس کے قریب آکر دست درازی شروع کردی۔

''اتنی بے صبری اچھی نہیں۔ میں تو ساری رات ہی آپ کے پاس رہوں گی۔'' دوشیزہ اسے اطمینان دلاتے ہوئے اٹھلا کر بولی۔

عرض بیگی نے اسے جام بھرنے کی ہدایت کی۔ دوشیزہ اٹھی اور ایک جام بھر کے اس کے ہونٹوں سے لگا دیا۔

وہ مستی سے جھوم رہا تھا۔ اس نے اٹھنا چاہا مگر اس کے پاؤں لڑکھڑانے لگے۔ دوشیزہ نے اسے سہارا دے کر بستر پر لٹا دیا۔

کالی رات اپنی اداسیوں سمیت سو چکی تھی۔ لشکر والوں کی آوازیں اب خراٹوں میں بدل چکی تھیں۔ دوشیزہ نے چھپائے ہوئے خنجر کو نکالا اور اطمینان سے خنجر عرض بیگی کے سینے میں گھونپ دیا۔

عرض بیگی کراہا، تڑپا اور ٹھنڈا ہوگیا۔ اب وہ باہر جانے کے لیے بے قرار تھی۔

اس نے خیمے کا پردہ اٹھا کر دیکھا۔ چار مغل سپاہی اطمینان سے سو رہے تھے۔ باہر نکلنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ وہ پھر خیمے میں واپس لوٹ آئی پھر خنجر نکال کر خیمے کا کپڑا کاٹنا چاہا تاکہ اس سمت اور اس طرح سے وہ باہر نکلنے کے لیے کوئی صورت پیدا کرسکے لیکن وہ جس جگہ سے خیمے کا کپڑا کاٹنا چاہتی تھی، وہ حصہ حرکت کرنے لگا۔

دوشیزہ پیچھے ہٹی اور ایک کونے میں چھپ کر کھڑی ہوگئی۔ چند لمحے بعد ہی ایک نقاب پوش اسی راستے سے خیمے میں داخل ہوا۔

اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ وہ عرض

لطیفہ

گوالے نے نئے ملازم کو آواز دی۔ ''اوئے شکورے!''

''جی صاحب!'' شکور دوڑ کر حاضر ہوا۔

''دودھ میں پانی ملا دیا تھا؟'' گوالے نے پوچھا۔

''جی ہاں..... صاحب!'' نئے ملازم نے مستعدی سے جواب دیا۔

گوالے کے تاثرات ایک دم بدل گئے اور وہ غصے سے اسے ڈپٹ کر بولا۔ ''ابے گدھے! تجھے پتا نہیں دودھ میں پانی ملانا کتنی بری بات ہے؟ بہت بڑی بے ایمانی ہے یہ۔''

''لیکن صاحب! آپ ہی نے تو کہا تھا۔'' نیا ملازم ڈرتے ڈرتے اور کچھ حیرت سے بولا۔

''ابے، بات کو غور سے سنا کر۔'' گوالے نے کچھ اور ڈانٹا۔ ''میں نے تجھ سے یہ نہیں کہا تھا کہ دودھ میں پانی ملایا کر۔ میں نے تو یہ کہا تھا کہ بالٹی میں پہلے آدھا پانی بھر لیا کر پھر اس میں بھینس کا دودھ نکالا کر۔ اس طرح ہم گاہک کے سامنے قسم کھا سکتے ہیں کہ ہم دودھ میں پانی نہیں ملاتے کیونکہ اس طرح ہم پانی میں دودھ ملاتے ہیں۔ دودھ میں پانی نہیں۔''

مرسلہ: پرویز بھٹی، بہاولپور

www.zemtime.com
ZEM time SINCE 2014

بیگی کو خون میں لت پت پڑا دیکھ کر حیران ہونے لگا۔ تب ہی اس نے نظریں اٹھا کر خیمے کا جائزہ لیا تو ایک کونے میں ایک رقاصہ زرق برق لباس پہنے کھڑی نظر آئی۔ خنجر اس کے ہاتھ میں چمک رہا تھا۔ نقاب پوش نے دوشیزہ کو غور سے دیکھا اور پہچان کر آہستہ سے بولا۔

''عزیزہ.....!''

اب دوشیزہ بھی نقاب پوش کو پہچان چکی تھی۔ یہ اس کا بھائی حسین تھا۔ عزیزہ نے عرض بیگی کی لاش کو حقارت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''بھیا! مجھے معلوم ہوا تھا کہ عرض بیگی تازہ دم لشکر لے کر یہاں آیا ہوا ہے۔ میں نے اسے کسی نہ کسی بہانے سے قتل کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ یوں میں نے رقاصہ کا روپ دھارا اور یہاں پہنچ گئی۔ یہاں آکر میں نے اسے شراب میں مدہوش پایا اور.....''

''میں سمجھ گیا۔ اب چلو، یہاں ٹھہرنے کا وقت نہیں۔ صبح ہونے والی ہے۔'' حسین نے اس کی بات کاٹ دی۔

''چلو۔'' عزیزہ نے بھی جلدی سے کہا اور بھائی کے ساتھ ہولی۔

☆☆☆

عزیزہ اور حسین باہر نکلے اور پہاڑی پر کھڑے ہوکر اطراف واکناف کا جائزہ لینے لگے۔ دور انہیں ایک سوار آتا ہوا دکھائی دیا جو اسی طرف گھوڑا دوڑائے چلا آرہا تھا۔

سوار کو اپنی طرف آتا دیکھ کر دونوں ایک چٹان کی آڑ میں چھپ کر کھڑے ہوگئے۔ دونوں بہن بھائی اب آنے والے سوار کا انتظار کرنے لگے۔

سوار قریب پہنچ کر گھوڑے سے اترا اور احتیاط سے عرض بیگی کے خیمے کی طرف بڑھا۔ جوں ہی وہ ان کے قریب سے گزرا تو عزیزہ نے اسے پہچان کر آہستہ سے پکارتے ہوئے کہا۔

''ابا جان! ہم یہاں ہیں۔''

پہلے تو اجنبی سوار نے حیران ہوکر ادھر اُدھر دیکھا پھر سامنے کھڑے عزیزہ اور حسین کو مسکراتے دیکھ کر بولا۔

''ارے.....تم.....'' وہ حیران تھا۔ یہ برہان پور کا حاکم خان جہاں تھا جو عرض بیگی کی تلاش میں ادھر آنکلا تھا۔

''ابا جان! میں نے عرض بیگی کو قتل کردیا ہے۔'' عزیزہ مسکراتے ہوئے بولی۔

''قتل.....! مرحبا، بہت اچھا کیا بیٹی!'' خان جہاں نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''ابا جان! یہ بڑا اچھا موقع ہے۔ اب ہمیں دشمن کے لشکر پر حملہ کردینا چاہیے۔'' حسین اپنے باپ کو مشورہ طلب نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

''ہاں، میرا بھی یہی خیال ہے۔ چلو اب ہم چل کر اپنے سپاہیوں کو تیار کرکے فیصلہ کن حملہ کریں۔'' خان جہاں نے اپنے بیٹے کے خیال کی تائید میں کہا۔

اس کے بعد تینوں اپنے لشکر کی جانب روانہ ہوگئے۔

☆☆☆

خاموش فضا میں بگل کی آواز گونج رہی تھی۔

لشکر نیچے پہاڑی میدان میں جمع ہو رہا تھا۔ حسین اور عزیزہ کی کوششوں نے ہزاروں سپاہی تیار کرلیے تھے۔ وہ سر کی بازی لگا کر آئے تھے۔ اب تک سات ہزار کے قریب سپاہی جمع ہوچکے تھے اور یہ سلسلہ ابھی جاری تھا۔ بعض اپنے اپنے گھروں سے روانہ ہونے کی تیاریاں کررہے تھے کیونکہ وہ عزیزہ اور حسین سے وعدہ کرچکے تھے کہ وطن کی آن پر قربان ہوجائیں گے۔

یوں میدان میں جمع ہونے والے لوگ میدانِ جنگ میں جانے کا بے چینی سے انتظار کررہے تھے۔

جب لوگ جمع ہوچکے تو خان جہاں نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''بہادرو.....! شاہ جہاں کی حسرت ہے کہ وہ تمہارے وطن پر قبضہ کرکے تمہیں غلام اور تمہاری عورتوں کو لونڈیاں بنائے۔ وہ پہلے بھی ایک لشکر بھیج چکا ہے لیکن تم لوگوں نے جس بہادری سے ان کا مقابلہ کیا، اس کی تعریف نہیں کی جاسکتی۔ پرسوں عرض بیگی ایک تازہ دم لشکر لے کر یہاں اس ارادے سے پہنچا ہے کہ وہ برہان پور کی اینٹ سے اینٹ بجادے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد خان جہاں تھوڑا سانس لینے کے لیے رکا اور پھر کہنا شروع ہوا۔

''لیکن.....شکر یہ ادا کرنا چاہیے عزیزہ کا.....جس نے اس نامراد کا کام تمام کردیا۔ اب مغلوں کے لشکر میں کوئی سردار اس قابل نہیں رہا جو ہمارا مقابلہ کرسکے۔ ان کے لشکر میں صرف ایک نیابت خان باقی رہ گیا ہے لیکن وہ ہماری جاں فروشی دیکھ چکا ہے۔ اس لیے ہمارے مقابلے میں تلوار نہیں اٹھائے گا۔''

خان جہاں کی تقریر سے لوگوں کے دلوں میں جوش اور انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔ انہوں نے تلواروں پر ہاتھ رکھ کر چاروں طرف دیکھا اور گھوڑوں پر سوار ہوکر میدانِ

www.zemtime.com

جنگ کی طرف بڑھنے لگے لیکن عزیزہ نے روکتے ہوئے ان سے بلند آواز میں کہا۔

''ٹھہرو..... سرفروشو! زندگی کے سودے بغیر سوچے سمجھے نہیں کیے جاسکتے۔ ہم کوئی کھیل کھیلنے کے لیے نہیں جارہے ہیں۔ ہمیں اس کے متعلق پہلے سوچ لینا چاہیے کہ ہمیں میدانِ جنگ میں کیا کرنا ہوگا۔ شاہی لشکر تربیت یافتہ ہے اور ہم جنگ کی چالوں سے قطعی ناواقف۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم ٹکڑوں میں تقسیم ہوجائیں۔ ہمارے صرف چار سردار ہیں جو جنگی چالوں کو سمجھتے ہیں۔ یہ بات میرے لیے یقینی طور پر باعث فخر ہوگی کہ آپ لوگ مجھے اپنا سردار تصور کریں لیکن میری یہ سرداری اس قسم کی ہوگی کہ میں آپ کو موت کے منہ میں دھکیل دوں گی۔ اگر آپ کو منظور ہے تو آپ میں سے ایک ہزار بہادر الگ ہوجائیں۔''

یوں جیسے ہی عزیزہ نے تقریر ختم کی، تیرہ چودہ سو نوجوان ایک قطار میں کھڑے ہوگئے۔ وہ خوشی سے نعرے لگا رہے تھے۔

عزیزہ نے جب اپنے ہم وطنوں کے جوش کا یہ حال دیکھا تو وہ اپنے گھوڑے کے قریب آئی اور تلوار اٹھالی پھر گھوڑے پر سوار ہوکر نوجوانوں کو اشارہ کیا اور پھر روانہ ہوگئی۔

یہاں خان جہاں نے اپنا لشکر بھی دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک اپنی سرکردگی میں لیا اور دوسرا حسین کے سپرد کردیا۔ سواروں نے اپنی اپنی تلواریں نیاموں سے نکال لیں اور نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے صفیں درست کرنے لگے۔

☆☆☆

ادھر جب شاہی لشکر بیدار ہوا تو نیابت خان اٹھ کر سیدھا عرض بیگی کے خیمے میں پہنچا اور عرض بیگی کی لاش کو خون میں لت پت دیکھ کر گھبرایا ہوا باہر نکلا اور پہریدار کو طبلِ جنگ بجانے کی ہدایت کی۔

طبل کی آواز سن کر مغل سپاہی ہتھیار لگانے لگے اور عرض بیگی کے خیمے کے سامنے جمع ہونے لگے۔

نیابت خان اور پہریدار حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکے جارہے تھے۔ مغل سپاہی جمع ہوکر اپنے سردار کے حکم کا انتظار کررہے تھے۔

نیابت خان ایک بہادر سپاہی تھا لیکن اس وقت اس کے چہرے پر موت کی زردی چھائی ہوئی تھی۔ ہرچند کہ تازہ دم لشکر اس کے سامنے ہتھیار لگائے کھڑا تھا مگر اس کا دل خوف سے لرز رہا تھا۔

وہ مالوہ کے بہادروں کی شجاعت دیکھ چکا تھا اور یہ بات اچھی طرح سمجھتا تھا کہ مالوہ پر فتح پانا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ اب وہ یہ سوچ رہا تھا کہ کسی طرح لشکر کو بہلا پھسلا کر آگرہ کی طرف واپس لے جائے۔

نیابت خان کو یقین تھا کہ لشکر والے اس کی یہ تجویز ضرور منظور کرلیں گے کیونکہ مغل سپاہیوں کو خان جہاں سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں تھی۔

مغل لشکر خاموش کھڑا نیابت خان کے حکم کا انتظار کررہا تھا مگر وہ بار بار گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگتا۔ آخر نیابت خان اپنے لشکر سے مخاطب ہوا۔

''بہادرو.....! دلیرو.....! ساتھیو! شاید تمہیں یہ سن کر افسوس ہوگا کہ ہمارے سردار عرض بیگی کو نہایت پراسرار طریقے سے قتل کردیا گیا ہے اور یہ سب خان جہاں کے اشارے پر ہوا ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں دس ہزار کا لشکر لے کر یہاں آیا تھا اور اب ہمارے پاس صرف چند سو بچے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ خان جہاں خود بھی بہادر ہے اور اس کے سپاہی بھی شجاعت میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ ہم نے تو صرف اس کے بیٹے عظمت خان کو قتل کیا تھا اور اس کے بدلے میں اس نے ہمارا سارا لشکر کاٹ کر رکھ دیا اور اب وہ دوبارہ لشکر منظم کرکے عنقریب ہمارے سروں پر موت کی طرح نازل ہوجائے گا۔ وہ ہمارے سارے ارادوں سے واقف ہے۔ اس کا ثبوت عرض بیگی کا پراسرار قتل ہے۔''

اس کی تقریر سن کر سپاہیوں نے سر جھکائے۔ وہ ابھی کوئی فیصلہ نہ کرپائے تھے کہ عرض بیگی کا ایک حبشی غلام ہونٹ چباتا ہوا آگے بڑھا اور نیابت خان کو نفرت سے دیکھتے ہوئے بولا۔

''بھائیو.....! یہ سوچنے کا وقت نہیں ہے۔ تمہارا سردار عرض بیگی مارا جاچکا ہے۔ ہم وطن سے دور آچکے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے فرائض سے غفلت نہ برتیں۔ میرا کسی پر زور نہیں ہے۔ تم لوگ واپس جانا چاہتے ہو تو جاؤ لیکن میں جب تک اپنے آقا کے خون کا بدلہ نہ لے لوں گا، ایک قدم پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ میرے دل میں آگ لگی ہوئی ہے۔ میرے جسم میں حرارت ہے اور ہاتھ میں تلوار.....''

بچے کھچے مغل سپاہیوں نے حبشی غلام کی تقریر غور سے سنی۔ وہ اپنی بے عزتی برداشت نہ کرسکے اور یک زبان ہوکر بولے۔

www.zemtime.com

"ہم اپنے گھروں سے اس لیے نہیں نکلے ہیں کہ ناکام و نامراد واپس جائیں۔ ہم بہادر ہیں اور ہم آج برہان پور والوں کو دکھا دیں گے کہ ہم کیا ہیں۔"

☆☆☆

سورج کی کرنیں ریتیلی چٹانوں پر پڑ رہی تھیں۔ اب نیابت خان اپنے لشکر کو لے کر ایک کھلے میدان میں پہنچ چکا تھا لیکن ابھی وہ اپنی صفیں درست بھی نہ کر پایا تھا کہ سامنے سے گرد و غبار اٹھتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ سمجھ گیا کہ خان جہاں لشکر کے ساتھ پہنچ رہا ہے۔

اس نے طبل جنگ بجانے کا حکم دے دیا۔ مغل سپاہیوں نے اپنے ہتھیار سنبھالے۔ خان جہاں کا لشکر بھی بگلی کی طرح بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ ادھر نیابت خان بھی مقابلے کے لیے ہر طرح تیار تھا۔

خان جہاں میدانِ جنگ میں پہنچتے ہی مغل سواروں پر ٹوٹ پڑا۔ تلواریں تڑپ کر چمکیں اور خون میں ڈوب کر نکلیں۔

گویا دونوں لشکر موت اور عزت کے طلب گار دیوانہ وار حملے کر رہے تھے۔ سورج نصف النہار پر پہنچ چکا تھا۔ زمین تپ رہی تھی۔

دونوں طرف کے سپاہی سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھے۔ سامنے پہاڑیوں پر ایک اور دستہ میدانِ جنگ کی طرف بڑھ رہا تھا اور نیابت خان کی آنکھیں اسی طرف لگی ہوئی تھیں کہ یکایک حسین خان اپنے لشکر کے ساتھ نعرے لگاتا ہوا پہنچ گیا۔

نیابت خان پہلے ہی سہما ہوا تھا۔ حسین خان کے لشکر کو دیکھ کر اس کے رہے سہے ہوش و حواس بھی جاتے رہے۔ یہ ایک نفسیاتی مار تھی ورنہ تو تعداد میں کوئی فرق نہ تھا۔ ایک ہی لشکر کو تقسیم کر دیا تھا اور دشمن پر رعب ڈالنے کے لیے مختلف سمتوں سے حملہ کیا جا رہا تھا۔ اس جنگی چال کا نتیجہ خاطر خواہ برآمد ہوا۔

نیابت خان تیزی سے اپنے لشکر کی اگلی صفوں میں چھپ کر محفوظ ہو جانا چاہتا تھا مگر اس وقت اسے نہ جانے کیا ہو گیا تھا۔ یا تو اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس چکے تھے یا اس کے ہاتھوں میں لگام ہلانے کا دم خم ہی باقی نہ رہا تھا۔

دونوں فریقوں کے پلڑے ابھی تک تقریباً برابر ہی تھے۔ عزیزہ کا دستہ سب سے پہلے میدانِ جنگ میں آیا تھا اور اب تک بڑی بہادری سے لڑ رہا تھا۔ عزیزہ برابر نیابت خان تک پہنچنے کی کوشش کر رہی تھی۔

دوپہر ڈھلتی جا رہی تھی۔ دونوں طرف کے سپاہی اب تھک چکے تھے مگر تلواروں کی پیاس ابھی تک نہیں بجھی تھی مگر کسی سردار میں یہ طاقت نہ رہی تھی کہ وہ حملہ کر کے کسی ایک فریق کی قسمت کا فیصلہ کر دیتا۔

گھوڑے بھی دوڑتے دوڑتے نڈھال ہو چکے تھے لیکن جنگ کسی طرح ختم ہوتی نظر نہ آتی تھی۔

ہر سپاہی گھبرایا ہوا چاروں طرف دیکھ رہا تھا کہ دور ایک لشکر آندھی طوفان کی طرح بڑھتا ہوا نظر آیا اور ہر سپاہی کی نظریں اسی طرف لگ گئیں کہ اچانک ایک تازہ دم لشکر میدان میں پہنچا اور مغلوں پر ٹوٹ پڑا۔

حبشی غلام نے جب یہ دیکھا تو وہ اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا صفوں کو چیرتا ہوا سامنے آیا اور گرجتے ہوئے بولا۔

"بہادرو! ہمیں موت نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ اب ہم یہاں سے بچ کر نہیں جا سکتے۔ ہم وطن سے دور ہیں اور کسی کمک کی بھی امید نہیں۔ دیکھو، تلواروں کی تیز دھاروں میں موت ہمیں پکار پکار کر اپنی طرف بلا رہی ہے۔ دیر نہ کرو، اگر یہ موقع ہاتھ سے نکل گیا تو پھر قیامت تک پچھتانا پڑے گا۔ بڑھو اور جنگ کا فیصلہ کر دو۔" حبشی غلام کی تقریر نے مغلوں میں جوش پیدا کر دیا۔

عزیزہ نے یہ حالت دیکھی تو گھوڑا دوڑا کر اپنے لشکر کے سامنے آ گئی اور گھوڑا روک کر بولی۔

"شیرو! دشمن نے تمہیں مٹا دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اگر تم یوں ہی پیچھے ہٹتے چلے گئے تو دشمن تمہیں ختم کر دے گا۔ وہ گنتی کے آدمی رہ گئے ہیں اور ہم ابھی ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔ شرم کرو، اپنی اولاد کی آزادی پر قربان ہو جاؤ۔ بڑھو اور ایک ہی حملے میں انہیں نیست و نابود کر دو۔ میرے پیچھے آؤ اور اس حبشی غلام کا خاتمہ کر کے جنگ کا نقشہ پلٹ دو۔"

یہ کہہ کر عزیزہ نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور دشمنوں کی صفوں میں روپوش ہو گئی۔

عزیزہ کے پیچھے پیچھے اس کا دستہ بھی آگے بڑھا اور دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ دفعتاً ہی شاہی لشکر میں حرکت ہوئی اور عزیزہ دونوں ہاتھوں میں شاہی لشکر کے دونوں سرداروں نیابت خان اور حبشی غلام کا سر لیے آگے بڑھی۔ اس کا دستہ فتح کے نعرے لگاتا ہوا اس کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔

شاہی لشکر نے جب اپنے سرداروں کے کٹے ہوئے سر دیکھے تو وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ شفق کی سرخیاں میدان پر چمک رہی تھیں اور فاتح لشکر نعرے لگاتا ہوا پہاڑی نشیب

www.zemtime.com

وفراز سے اترتا ہوا واپس ہو رہا تھا۔

برہان پور کا بچہ بچہ ہاتھوں میں پھولوں کے ہار لیے ہوئے اپنے بہادروں کے انتظار میں کھڑا تھا۔

☆☆☆

خدا جانے مغل دارالسلطنت کی دلچسپیاں کس نے چھین لی تھیں۔ شاندار عمارتوں میں اداسی تھی۔ خود شہنشاہ پریشان اور فکرمند تھا اور سارا دربار اداس ہو کر رہ گیا تھا۔

گو بظاہر شاہ جہاں اپنا بیش قیمت تاج پہن کر اسی شان و شوکت سے تخت پر بیٹھا کرتا تھا۔ اراکین دربار اسی طرح چہکا کرتے تھے اور کمزور سلطنتوں پر قبضہ جمانے کی تجویزیں ... جاتی تھیں لیکن شاہ جہاں کے چہرے کی وہ رونق اب غائب ہو چکی تھی۔

آج وہ اپنے امرا سے ایک ضروری مشورہ لینا چاہتا تھا اس لیے آگرہ کے گلی کوچوں میں منادی کرادی گئی تھی کہ رعایا کا ہر فرد اپنی رائے دینے کا حق رکھتا ہے۔ دربار بھرا ہوا تھا اور سارے درباری شہنشاہ کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔

درباری حیران تھے کہ جس تجویز کے لیے اتنا اہتمام کیا گیا ہے، آخر وہ کیا ہے؟ جب سارے درباری جمع ہو چکے ... تو شاہ جہاں بڑی شان سے آیا اور تخت پر بیٹھ گیا۔ اس نے ایک نظر دربار اور حاضرینِ دربار پر ڈالی پھر کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

''معزز سردار اور اراکین سلطنت! آج پورے دو مہینے ہو چکے ہیں جب ہم نے دس ہزار سواروں کا ایک لشکر حاکم مالوہ خان جہاں کی سرکوبی کے لیے بھیجا تھا لیکن جب اس کی کوئی خبر نہیں ملی تو ایک دوسرا لشکر عرض بیگی کی قیادت میں روانہ کیا مگر آج تک اس کے متعلق بھی معلوم نہ ہو سکا کہ اس کا کیا حشر ہوا ہے۔ ہم حیران ہیں کہ اب کیا کریں؟ آج تک نہ تو ان کی کوئی خبر آئی ہے اور نہ ہی حالات معلوم ہو سکے ہیں۔ ہمارا ارادہ ہے کہ اب ایک مسلح لشکر مالوہ بھیجا جائے۔''

یہ سن کر دربار پر سناٹا چھا گیا اور پھر چند مغل سرداروں نے کھڑے ہو کر کہا۔

''جہاں پناہ! ہم اس باغی سے ضرور انتقام لیں گے۔'' سردار کچھ اور بھی کہنا چاہتے تھے کہ ایک خستہ حال سوار دربار میں داخل ہوا اور کورنش بجا لا کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

شاہ جہاں نے اسے دیکھا اور قریب بلا کر دریافت کیا۔ ''تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟''

''جہاں پناہ! غلام اس لشکر کا سپاہی ہے جسے حضور نے مالوہ کی طرف بھیجا تھا۔'' سوار نے ادب سے کہا۔

''کیا خبر لائے ہو؟'' شاہ جہاں اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

''جہاں پناہ! ہم تباہ ہو گئے، لٹ گئے۔ حضور! میں ان سواروں میں سے ہوں جو ارادت خان کی سرکردگی میں مالوہ کی تسخیر کے لیے گئے تھے۔ ایک میں ہی اتنا سخت جان تھا کہ زندہ بچا ہوں۔'' خستہ حال سوار نے جواب میں کہا۔

''ولی نعمت! پہلا دستہ بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ ارادت خان میدان جنگ میں کام آ گئے۔ ہم صرف چند سپاہی زندہ بچے تھے کہ عرض بیگی اپنا لشکر لے کر پہنچ گیا اور پھر ہم نے نئے سرے سے مقابلے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ رات تو کسی طرح گزر گئی لیکن جب صبح سو کر اٹھے تو معلوم ہوا کہ عرض بیگی بھی قتل ہو چکا ہے پھر بھی ہم نے نیابت خان کی قیادت میں مقابلہ کیا لیکن خان جہاں کا لشکر بھوکے شیروں کی طرح ہم پر ٹوٹ پڑا اور ہمارے پاؤں بھی نہ جمنے دیے۔'' سوار کی آواز بھرا گئی اور وہ اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکا۔

پندرہ ہزار کے لشکر کا صفایا شاہ جہاں کے لیے کم صدمہ نہیں تھا۔ اس کی نظروں میں دنیا اندھیر ہو گئی۔ غصے سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور گرجتے ہوئے بولا۔

''اس سے زیادہ تباہی اور کیا ہو گی کہ ایک باغی نے شاہی لشکر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ اعظم خان! اب تم خود جا کر باغی خان جہاں کو گرفتار کرو اور مالوہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دو۔ ہم تمہیں اختیار دیتے ہیں کہ جس قدر لشکر اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہو، لے جاؤ۔ اگر تم یہیں بیٹھے رہے تو ہم تنہا میدان میں جائیں گے۔ اعظم خان! تمہاری ذات سے ہمیں بڑی امیدیں ہیں۔ جاؤ، آج شام سے پہلے لشکر لے کر مالوہ کی طرف روانہ ہو جاؤ اور اپنے بھائیوں کے خون کا بدلہ لو۔''

یہ کہہ کر شاہ جہاں خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد آصف جاہ کو اشارہ کیا۔ وہ اپنی نشست سے اٹھا اور اعظم خان کو اپنے ساتھ لے کر باہر چلا گیا۔

دربار برخاست ہو گیا اور شاہ جہاں غصے سے دانت پیستا ہوا شاہی محل میں چلا گیا۔

آصف جاہ، سپہ سالار اعظم خان کو ساتھ لے کر لشکر گاہ میں پہنچ چکا تھا۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد آصف جاہ بولا۔

''کیوں اعظم خان! اب کیا خیال ہے؟''

''کس بارے میں؟'' اعظم خان نے پوچھا۔

''مالوہ جانے کے ... سلسلے میں۔'' آصف جاہ نے کہا۔

www.zemtime.com

''میں ہرگز نہیں جاؤں گا۔'' اعظم خان بولا۔ ''آخر میں خان جہاں سے کیوں لڑوں؟ اس کا کیا گناہ ہے؟ یہی نا کہ وہ آزاد رہنا چاہتا ہے۔'' اعظم خان کا انداز مسکت اور فیصلہ کن تھا۔

''اعظم خان! تم کیوں بزدل ہو گئے ہو؟ اب تک تمہارے دس پندرہ ہزار سپاہی مارے جا چکے ہیں۔''

''اگر دس پندرہ ہزار سپاہی مارے گئے ہیں تو وہ اپنی بے وقوفی سے مارے گئے ہوں گے۔'' اعظم خان بولا۔

''اگر تم جیسا بہادر سردار جائے تو خان جہاں کو چھپنے کی بھی جگہ نہ ملے گی۔'' آصف جاہ اس کی ہمت بڑھاتے ہوئے بولا۔

''میں موت سے نہیں ڈرتا حضور! لیکن آپ انصاف سے کام لیجیے۔ میں مالوہ جا کر کس بات پر لڑوں؟ صرف اس لیے کہ خان جہاں ہمارے پندرہ ہزار سپاہیوں کو ہلاک کر چکا ہے لیکن اس میں ہماری اپنی غلطی ہے۔ ہم نے خود اس کے ساتھ فریب کیا ہے۔ ہم نے خود اسے دعوت نامہ بھیج کر بلایا تھا اور پھر اس کے بیٹے کو بھرے دربار میں ذلیل کیا۔ ہم نے خود اس کو یہ موقع دیا ہے کہ وہ باغی ہو جائے۔ ہم نے اسے گرفتار کرنے کے لیے حویلی کا محاصرہ کیا۔ کیا مہمانوں کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا ہے؟ آپ ہی سوچیے کہ اگر کوئی حق کے لیے اپنی آواز بلند کرے تو کیا وہ باغی ہے؟''

''اعظم خان! یقین کرو، میں خود حیران ہوں کہ آخر شہنشاہ نے ایسا کیوں کیا؟ پھر ہمیں سوچنے سمجھنے کا موقع بھی نہیں دیا۔ خدا جانے انہوں نے کس کے مشورے پر خان جہاں کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کیا مگر اب.....'' آصف جاہ کا جملہ مکمل بھی نہ ہونے پایا تھا کہ اعظم خان بولا۔

''حضور! جو کچھ بھی ہو لیکن مجھ سے آپ کوئی امید نہ رکھیں۔ میں قطعی مجبور ہوں۔ میں ایک فوجی سردار ہوں۔ میرا پہلا فرض لوگوں کے ساتھ انصاف کرنا ہے اور میں انصاف کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دوں گا چاہے شہنشاہ مجھے قتل ہی کیوں نہ کرا دیں۔''

''دیکھو اعظم خان! میں سارے معاملات ٹھیک کر لوں گا لیکن تم لشکر کو لے کر یہاں سے نکل تو جاؤ، چاہے مالوہ نہ جانا۔ یہاں سے صرف تین کوس کے فاصلے پر.....''

''آپ مجھے بے وقوف بنا کر اپنا الو سیدھا کرنا چاہتے ہیں۔'' اعظم خان نے پھر اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ''یہ کہاں کی ایمانداری ہے کہ دوسروں کو موت کے منہ میں دھکیل کر اپنا مطلب نکالنا چاہتے ہیں۔ یہ مجھ سے نہیں ہوگا۔''

''اعظم خان! مجھے تمہارے فیصلے سے اتفاق ہے۔'' آصف جاہ بولا۔ ''مگر مصلحت اسی میں ہے۔ جب تک تم لشکر لے کر روانہ نہیں ہو جاتے، میں شہنشاہ سے کوئی بات نہیں کر سکتا۔ جب تم چلے جاؤ گے تو شہنشاہ یہ سمجھیں گے کہ تم مقابلے کے لیے روانہ ہو چکے ہو پھر میں شہنشاہ کو خان جہاں سے صلح کرنے پر رضامند کر لوں گا۔'' آصف جاہ نے اسے سمجھایا۔

''مگر یہ صلح شاید اس وقت ہوگی جب چاروں طرف جنگ کی آگ بھڑک چکی ہوگی۔'' اعظم خان نے کہا۔

''تم مجھ پر بھروسا کرو۔ میدان جنگ میں پہنچ کر جنگ کو روکے رکھنا۔ میں میدانِ جنگ میں صلح کے لیے شاہی قاصد بھیجوں گا۔ میں تمہارا ہمدرد ہوں۔ میں تمہیں جنگ کا موقع ہی نہ دوں گا۔ بس، تم روانگی کی تیاری کرو۔'' آصف جاہ اسے اطمینان دلاتے ہوئے بولا اور شاہی محل کی طرف روانہ ہو گیا۔

اعظم خان چند لمحے کھڑا سوچتا رہا اور پھر ایک سوار کو بلا کر بگل بجانے کا حکم دیا۔ بگل کی آواز سنتے ہی سواروں نے تیاری شروع کر دی۔

جب لشکر تیار ہو چکا تو اعظم خان نے سرداروں کو جمع کر کے کہا کہ ہماری منزل مالوہ ہے۔ فوجی سرداروں نے کوچ کی تیاری شروع کر دی اور اپنے اپنے دستوں کو ہتھیاروں سے آراستہ کیا۔

اعظم خان بھی اپنے خیمے میں آیا اور فوجی لباس پہن کر باہر نکلا۔ لشکر روانگی کے لیے تیار کھڑا تھا۔ اعظم خان نے ایک بار پھر بگل بجانے کی ہدایت کی اور سپاہی گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنے سپہ سالار کے پیچھے ہوئے۔

مغل سپہ سالار اعظم خان اپنے لشکر کے ساتھ دو دن کی مسافت کے بعد میدانِ جنگ میں پہنچ چکا تھا۔ خیمے نصب ہو چکے تھے اور سپاہی اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔

اس وقت اعظم خان کا غلام جعفر بھی اعظم خان کے خیمے میں موجود تھا۔

اعظم خان ابھی تک فوجی وردی پہنے قالین پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کسی گہری سوچ میں مستغرق تھا اور جعفر خاموشی سے اسے تکے جا رہا تھا۔

آخر اس سے صبر نہ ہو سکا اور معنی خیز انداز میں اسے گھورتے ہوئے بولا۔

''آقا! آپ نے ابھی تک اپنا لباس تبدیل نہیں کیا۔ آپ تھکے ہوئے ہیں۔ میں آپ کے پاؤں دباتا ہوں۔ نیند آ جائے گی۔''

www.zemtime.com

''نہیں جعفر! مجھے اس وقت ایک ضروری کام سے جانا ہے اس لیے میں نے لباس تبدیل نہیں کیا۔'' اعظم خان نے کہا۔

''آقا! رات بہت اندھیاری ہے پھر ہم دشمن کے علاقے میں ہیں اس لیے میں آپ کو باہر جانے کا ہرگز مشورہ نہ دوں گا۔'' جعفر اسے سمجھاتے ہوئے بولا۔

''مجھے دراصل دشمن کے سردار سے ہی ملنے جانا ہے۔ تم میرا انتظار کرنا میں جلد ہی واپس آجاؤں گا۔'' اعظم خان نے جواب دیا اور خاموشی سے اٹھ کر باہر نکلا۔

وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور روانہ ہوگیا۔ اسے آج ہی اپنے جاسوس کی زبانی معلوم ہوا تھا کہ خان جہاں بھی لشکر کے ساتھ میدانِ جنگ میں موجود ہے اور اس کا خیمہ لشکر سے ذرا ہٹ کر ایک پہاڑی پر نصب کیا گیا ہے۔

اعظم خان گھوڑے پر سوار آہستہ آہستہ پہاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا کہ ستاروں کی مدھم روشنی میں ایک سایہ سا دکھائی دیا۔ اس نے اپنی تلوار نیام سے نکال لی لیکن جونہی وہ چٹان کے قریب پہنچا تو اسے ایک سپاہی نظر آیا۔

یہ وہی سپاہی تھا جو پہلے اسے صرف ایک سایہ سا نظر آیا تھا۔ جب اس نے دشمن کو قریب آتے دیکھا تو تلوار سونت لی۔

اب اعظم خان اس کے بالکل نزدیک پہنچ چکا تھا۔

سپاہی نے اسے پہچان کر اپنی تلوار نیام میں ڈال لی پھر ایک سریلی آواز گونجی۔

''اعظم خان.....!''

یہ مدھر باں سی آواز وہ پہلے بھی سن چکا تھا۔ وہ جذبات پر قابو نہ رکھ سکا اور گھوڑے سے اتر کر بولا۔

''عزیزہ.....!''

اس کے ساتھ ہی عزیزہ کی مخمور آنکھوں پر لمبی لمبی پلکیں جھک گئیں۔

''تم یہاں کیا کرنے آئی تھیں عزیزہ؟'' اعظم خان نے محبت پاش لہجے میں سوال کیا۔

''بس، یونہی۔ نیند نہیں آرہی تھی۔ آپ سنائیں، کیسے ہیں اور یہاں کیسے تشریف لے آئے؟'' عزیزہ نے دریافت کیا۔

''میں تو تم سے ملنے کے لیے اس طرف آن نکلا تھا۔'' اعظم خان نے جواب میں کہا۔

''آپ کو مجھ سے ملاقات کی ضرورت کیوں پیش آگئی؟'' عزیزہ نے سوال کیا۔

''عزیزہ! کوئی ایسی تدبیر سوچو کہ یہ جنگ یہیں ختم ہوجائے اور.....'' یہ کہہ کر اعظم خان کسی فکر میں ڈوب گیا اور عزیزہ اسے معنی خیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

''میں تمہاری بات سمجھ رہی ہوں لیکن یہ کبھی نہیں ہو سکتا کیونکہ ابا جان شیر کی طرح بپھرے ہوئے ہیں۔ انہیں عظمت بھیا کی موت.....''

''عزیزہ! خدا کے لیے میرے حال پر رحم کرو۔ ایسا نہیں کرسکتیں تو یہ تلوار لو اور مجھے ہی قتل کر ڈالو۔ میرا ذہن ماؤف ہوچکا ہے۔ ایک طرف فرض ہے تو دوسری طرف محبت میرا ہاتھ روک دیتی ہے۔ میں عجیب کشمکش میں گرفتار ہوں۔ خدارا، مجھے اس الجھن سے نجات دلاؤ۔'' اعظم خان افسردہ لہجے میں بولا۔

''میں تم سے زیادہ مجبور ہوں۔ میں جس عذاب میں گرفتار ہوں، تم اس کا اندازہ نہیں کرسکتے۔ ابا جان کی مصیبتیں، بھائی جان کی موت.....'' عزیزہ نے افسردہ سے لہجے میں کہا۔

''بس ایک ہی صورت ہوسکتی ہے کہ تم صلح کرلو۔'' اعظم خان نے کہا۔

''پھر کیا ہوگا؟'' عزیزہ بولی۔

''یہ خانہ جنگیاں ختم ہوجائیں گی۔ تمہارا خاندان حکومت کا ایک مختار جز سمجھا جائے گا۔ اگر تم نے منظور کرلیا تو میں اور.....''

''اعظم خان! میرے سامنے ایسی باتیں نہ کرو۔'' عزیزہ نے اسے درمیان میں ہی ٹوک دیا۔ ''یہ کبھی نہ ہوسکے گا۔ تم نہیں جانتے میں آج تک کس طرح اپنے ارمانوں کا خون کرتی رہی ہوں مگر اب مجھے مجبور کیا جارہا ہے کہ میں ان خیالات کو اپنے ذہن سے نکال پھینکوں۔'' عزیزہ نے جواب دیا۔ اس کی آواز لرز رہی تھی۔

''کون..... کون مجبور کررہا ہے؟'' اعظم خان نے پریشان کن بے چینی سے پوچھا۔

''میرا وطن پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ وطن پر قربان ہو جاؤں۔ میرے فرائض مجھے مجبور کرتے ہیں کہ میدانِ جنگ میں مغلوں کے سپہ سالار اعظم خان کا مقابلہ کروں۔'' عزیزہ نے جواب دیا۔

''تو پھر مجھ سے مقابلہ کرنے میں تمہیں کیا اعتراض ہے؟'' اعظم خان نے کہا۔

''مجھے تم سے محبت ہے اعظم خان! میں تمہاری شجاعت اور شرافت کی قدر کرتی ہوں۔ میں تمہاری شریکِ حیات بننے پر فخر محسوس کروں گی لیکن اس سیاست نے میرے ارمانوں کا خون کردیا۔'' عزیزہ نے جواب دیا۔

www.zemtime.com

''میں کتنا خوش نصیب ہوں عزیزہ کہ تم بھی مجھے چاہتی ہو۔ میں بھی تم کو دل وجان سے چاہتا ہوں۔ دنیا کا وہ کون سا کام ہے جسے میں تمہاری خاطر نہ کرسکوں مگر اب تم ہی کوئی راستہ نکالو۔ عزیزہ! دیکھو، مجھے مایوس نہ کرو۔'' اعظم خان شدت جذبات تلے مغلوب ہوکر بولا۔

''یہ درد اب لا دوا ہو چکا ہے۔ میں ابا جان کو مجبور نہیں کرسکتی۔ عظمت بھیا کی موت ہماری راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اب صلح کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ بس اب ایک ہی راستہ رہ گیا ہے۔'' عزیزہ نے جواب دیا اور اعظم خان حیران ہوکر اسے دیکھنے لگا اور بے چین ہوتے ہوئے بولا۔

''خدا کے لیے مجھے بتاؤ، میں اس پر ضرور عمل کروں گا۔ میں تمہاری خاطر سب کچھ کرنے کے لیے تیار ہوں۔''

عزیزہ بولی۔ ''اب صرف یہی ایک راہ باقی ہے کہ تم بھی فیصلہ کرلو، جیسا کہ میں کرچکی ہوں۔ کل میدان جنگ میں پہنچ کر ہم اپنے اپنے فرائض پر اپنی جانیں قربان کردیں۔'' پھر ذرا ایک لمحے کی خاموشی کے بعد وہ اعظم خان سے دوبارہ بولی۔

''اعظم خان! محبت ایک غیر فانی چیز ہے۔ جسموں کے ملاپ کو محبت نہیں کہتے۔ اگر تم مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو کل میدان جنگ میں میرا مقابلہ کرنا۔''

اعظم خان یہ سن کر خاموش ہوگیا۔ اس پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی۔ ایک نظر عزیزہ پر ڈالی اور گھوڑے پر سوار ہوکر چل دیا۔

وہ اب عزیزہ سے نظریں نہیں ملا سکتا تھا۔ عزیزہ اور اعظم خان دونوں کی پلکوں پر آنسو لرز رہے تھے۔ اعظم خان اپنے لشکر کی طرف بڑھ رہا تھا اور عزیزہ خاموشی سے اسے جاتا ہوا دیکھ رہی تھی۔

☆☆☆

طبل جنگ نے میدان جنگ میں ایک حشر برپا کردیا تھا لیکن دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل تھے۔ اعظم خان اداس اور فکرمند تھا لیکن مغل سپاہی لڑنے کے لیے بے تاب تھے۔ دفعتاً لشکر میں حرکت ہوئی اور پھر تلواریں چمکنے لگیں۔

تاریخ میں اس جنگ کی نظیر نہیں ملتی۔ دونوں لشکر بہادری میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کررہے تھے۔

ابھی دن نہیں ڈھلا تھا مگر دونوں طرف کے سیکڑوں سپاہی ہلاک ہوچکے تھے۔ خود خان جہاں اور حسین خان بھی سپاہیوں کے دوش بدوش لڑ رہے تھے مگر عزیزہ کا کہیں پتا نہیں تھا۔

اعظم خان کی بے قرار آنکھیں عزیزہ کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ جب وہ کہیں نظر نہ آئی تو اسے یقین ہوگیا کہ وہ ضرور جنگ میں کام آچکی ہوگی۔ یہ خیال آتے ہی اعظم خان دیوانہ وار دشمن کی صفوں میں گھس گیا۔ آج اسے اپنے تن بدن کا بھی ہوش نہیں رہا تھا۔

خان جہاں اور حسین خان، مغل سپہ سالار اعظم خان کا شکار ہوچکے تھے۔ خان جہاں کے ہلاک ہوتے ہی اس کے لشکر کے قدم اکھڑ گئے اور سپاہی اپنی جانیں بچا کر فرار ہونے لگے۔

شاہی لشکر نے دور تک ان کا تعاقب کیا مگر وہ قابو نہ آئے۔ دفعتاً ایک پہاڑی کی اوٹ سے ایک نقاب پوش سوار سامنے آیا اور بھاگتے ہوئے سواروں کو روکا اور دوبارہ مقابلے پر آگیا۔

خان جہاں کے سواروں کو لوٹتا دیکھ کر اعظم خان آگے بڑھا اور نیزے کے ایک ہی وار میں اسے گھوڑے سے گرادیا۔ نقاب پوش سوار نے گرتے ہوئے اپنا نقاب الٹ دیا۔

اعظم خان نے اسے پہچان کر اپنی تلوار پھینک دی اور گھوڑے سے کود پڑا۔ بڑھ کر سوار کو اٹھایا اور اس کا سر اپنی رانوں پر رکھ کر آبدیدہ ہوگیا۔

اس نے جھک کر اس کے بکھرے ہوئے بالوں کو سنوارا اور گلوگیر آواز میں کہا۔

''میری عزیزہ! کیا یہی ہمارے خوابوں کی تعبیر ہے؟''

''میری موت پر آنسو نہ بہاؤ اعظم! ہماری محبت کا انجام نہایت شاندار ہے کیونکہ میں اپنے وطن پر قربان ہوکر تمہارے بازوؤں میں دم توڑ رہی ہوں۔''

عزیزہ نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا اور پھر اس کی زبان ہمیشہ کے لیے بند ہوگئی۔

اعظم خان اپنے خیمے میں عزیزہ کی لاش پر جھکا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں خنجر تھا اور بار بار خیمے کا پردہ اٹھا اٹھا کر باہر جھانک رہا تھا۔

پھر اس نے عزیزہ کی لاش پر حسرت بھری نظر ڈالی اور خنجر اپنے سینے میں پیوست کرلیا۔

ماخذات

مالوہ اور اسلام (مولانا طاہر کتھی)
تاریخ شاہجہاں (فیروز بہادر آبادی)
آئینہ ہند، تاریخ ہند (زیب شاہ)

www.zemtime.com